حیاتِ غوث العالم

تارکِ سلطنت سلطان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ

افاداتِ عالیہ
سید المفسرین رئیس المحدثین مخدوم الملت
ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدثِ اعظم رضی اللہ عنہ

مُرتّب و حاشیہ نگار
سید حسن مثنیٰ انور (ایم۔ اے علیگ)

ناشر
شیخ الاسلام اکیڈمی رجسٹرڈ
مغلپورہ۔ حیدرآباد

تقسیم کار
محمدی بک ڈپو
۵۲۳۔ وحید کتب مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات غوث العالم

(تارک سلطنت سلطان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ)

افادات عالیہ
سید المفسرین رئیس المحدثین مخدوم الملت
ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرتب وحاشیہ نگار
سید حسن مثنیٰ انور ایم اے (علیگ)

محمدی بک ڈپو
۵۲۳، وحید کتب مارکیٹ
مٹیامحل، جامع مسجد دہلی۔ ۶

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	ارمغان تشکر	۴
۲	سخنہائے گفتنی	۵
۳	اشرف	۱۰
۴	اوحدالدین	۱۵
۵	ترک سلطنت	۱۹
۶	سفر ارادت اور تنہائی	۲۲
۷	ہندوستان میں ورود اور تکمیل ارادت	۲۵
۸	جہانگیر	۳۷
۹	سفر ہند، تلاش خانقاہ و مزار ظفر آباد	۴۱
۱۰	جونپور	۴۹
۱۱	روح آباد آستانہ کچھوچھہ مقدسہ	۵۶
۱۲	غوث العالم	۶۷
۱۳	نتائج	۷۱
۱۴	حضرت غوث العالم کی سوسالہ حیات مقدسہ پر ایک اجمالی نظر	۷۲
۱۵	تصانیف جلیلہ	۷۴
۱۶	جلیل القدر خلفاء کا ایک مختصر تعارف	۷۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارمغان تشکّر

ہزار ہا نیاز مندیوں اور لاکھوں آستانہ بوسیوں کے بعد نہایت ادب واحترام کے ساتھ اس عقیدہ سے کہ یہی اور صرف یہی میرا سرمایۂ آخرت ہے، یہ چند سطور لکھتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ آج میرا قلم صفحۂ قرطاس پر وجد کر رہا ہے، میرا کاغذ کسی پاک قدم کا فرش راہ بنا ہوا ہے اور میرا کلام کسی کے ذکر مقدس سے زینت حاصل کر رہا ہے۔

میں اپنی زندگی کے ان ساعات پر نازاں ہوں اور نہایت عجز و بندگی کے ساتھ اپنے رب کی کروڑ ہا حمد بجالاتا ہوں اور اس سے امید قبولیت رکھتا ہوں۔

فقیر ابوالمحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی

ماہ جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ مطابق جنوری ۱۹۲۴ء

سخنہائے گفتنی

پیش نظر کتاب حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کی مختصر حیات طیبہ پر مشتمل ہے اس کا اصل مآخذ تو لطائف اشرفی ہے لیکن ترتیبِ مضامین کے وقت مراۃ الاسرار، اخبار الاخیار اور بحر ذخار کے علاوہ دیگر مستند کتب تاریخ وسیر سے بھی غیر معمولی استفادہ کیا گیا ہے۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کی حیات مقدسہ سے متعلق ان سارے نایاب احوال وکوائف کو جمع کر دیا ہے جنھیں حضرت مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے تواتر کے ساتھ اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کئے۔ یہی وہ نمایاں وصف ہے جو حیاتِ غوث العالم کو منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔ اس کتاب کی دوسری بڑی خوبی اس کا دل نشین اسلوب بیان ہے جس نے تاریخ کی خشک اور بے مزہ کیفیت کو محو کر کے واقعہ نگاری کی ایک تازہ اور شاداب فضا ہموار کی جس میں حسن بھی ہے اور اثر آفرینی بھی.............. تیسرا بنیادی وصف یہ ہے کہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ کے بعض روشن پہلوؤں کو اپنے عہد کے عام حالات پر منطبق کرنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے اور ایسے نتائج کا استخراج کیا ہے جو تعمیر سیرتِ انسانی کے لئے بڑی حد تک ممد ومعاون ہو سکتے ہیں۔

حیاتِ غوث العالم کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت ذہن میں ضرور رکھنی چاہئے کہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ آٹھویں صدی ہجری کے متبحر عالم اور مشرب صوفیہ کے عظیم مبلغ تھے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی شریعت اور طریقت کے امتزاج سے ایک ایسا سرچشمۂ نور بن گئی تھی جس سے

ہندوستان اور بلادِ شرقیہ کے اکثر ممالک تقریباً ایک صدی تک روشنی پاتے رہے۔ حضرت کے تصرفاتِ روحانی سے خلق اللہ ہنوز مستفیض ہو رہی ہے اور فیوض نامتناہی کا یہ سلسلہ ابدی رنگ و آہنگ لئے ہوئے ہے، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود اس عظیم المرتبت شخصیت کا کتب تاریخ میں کوئی تفصیلی ذکر نہیں ملتا اور لطائفِ اشرفی کے پیش کردہ تفصیلی واقعات کی تائید و تصدیق نہ تو تاریخ ایران سے ہوتی ہے اور نہ تاریخ ہندوستان سے۔ اسی عدم ذکر کو برہان و حجت قرار دیتے ہوئے بعض حضرات اپنی جدت پسندی کے زعم میں لطائفِ اشرفی ہی کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں۔ شاید انھیں اپنے طرزِ فکر کی زیادہ داد ملے اگر وہ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے مبارک وجود ہی کو یہ کہہ کر مشکوک و مشتبہ مان لیں کہ تاریخ کی کتابوں سے اس کی نشاندہی نہیں ہوتی! ان حضرات کو کون باور کرائے کہ تذکروں کو بے وزن اور حقیر خیال کرنا تاریخی شعور رکھنے کی دلیل نہیں اس لئے کہ تذکروں ہی کے بطن سے تاریخ کا ظہور ہوتا ہے۔ اب جہاں تک تذکروں کی موجودگی میں تاریخ کے صفحات کے سادہ رہنے کا سوال ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ایک حضرت مخدوم علیہ الرحمہ ہی کا کیا ذکر ہے بلکہ طبقۂ صوفیہ کے اکثر اکابرین کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان بزرگوں کے تمام ضروری احوال مختلف ملفوظات اور تذکروں میں محفوظ ہیں اور ان کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد حیات و سیرت کی ایک مکمل اور مبسوط تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے لیکن ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ملفوظات اور تذکروں کے مطالعے کا ناخوشگوار فریضہ کیسے ادا کیا جائے اور اس ''جوئے شیر'' کو لانے کے لئے ''تیشہ زنی'' کون کرے؟ یہی وہ سوال ہے جس کا واضح جواب اربابِ تاریخ آج تک نہ دے سکے۔ استاذ گرامی پروفیسر خلیق احمد نظامی، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے

بڑے پتے کی بات کہی ہے کہ ’’تاریخ کے طلباء نے شاہی خاندانوں کے عروج وزوال کی داستانوں میں اپنے آپ کو کچھ اس طرح گم کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک تاریخ صرف دربار اور میدانِ جنگ سے ہی عبارت ہوکر رہ گئی ہے‘‘۔

غالباً اسی بے توجہی اور تن آسانی کا یہ نتیجہ ہے کہ طبقۂ صوفیہ ہر عہد میں ہدف ملامت بنا رہا اور معترضین اپنی بے خبری یا ذہنی آزادی کی بناء پر جس طرح جی چاہا انگشت نمائی کرتے رہے۔ کبھی تصوف کا رشتہ قرآن وحدیث سے توڑ کر یونانی فلسفہ، گیتا، ویدانت، زرتشتیوں کے توہمات اور بودھ مت کے پراسرار خیالات سے جوڑ دیا گیا، کبھی صوفیہ کو علم سے بے بہرہ بتایا گیا، ان پر رہبانیت پسندی کی مہر بھی ثبت کر دی گئی اور انھیں ملّت کے قوائے علمی کو مضمحل بنانے کا ذمہ دار بھی قرار دیدیا گیا۔ اس پریشان خیالی اور انتشار ذہنی کے طوفان کو چند مستشرقین یورپ سے مزید توانائی ملی جنھوں نے اسلام دشمنی کے پردے میں تصوف اور صوفیاء اسلام کی دل کھول کر تنقیص کی تھی اور پچھلے کہاروں کی طرح بعض نام نہاد مسلمان بھی ان کے ہمنوا بن گئے تھے۔

لیکن اب یہ طوفان اپنی قوت کھو چکا ہے۔ اب سائنسی قدروں نے انسانی فکرو نظر کو کچھ اس طرح متغیر اور انقلاب آفریں بنا دیا ہے کہ علم وفن کا ہر شعبہ نظر ثانی کا محتاج دکھائی دیتا ہے۔ آج کا انسان زندگی اور کائنات کی ہر حقیقت کو دریافت کرنے کے لئے ایک مثبت نظریئے کا متجس ہے۔ چنانچہ اب وہ تصوف کو ایک ایسے اخلاقی نظام حیات اور نظام کائنات کی ایک مکمل توجیہ سے تعبیر کرنے لگا ہے جس میں مادی آسودگی بھی ہے اور روحانی ارتفاع بھی .... پروفیسر ایچ۔ آر۔ گب کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

’’تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت

سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی''۔

اسی بات کو پروفیسر ہٹی نے یوں کہا ہے: ''سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں 'مذہبی اسلام' نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں''۔

ہالینڈ کے ایک ذی علم (لوکے گارد: Lokkegaard) نے شاندار کامیابیوں کے ساتھ بعض کی قید کو گوارہ نہ کیا۔ ان کی تحقیق یہ ہے کہ ''اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا لیکن ''روحانی اسلام'' میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

ان مثالوں سے علمی اور سنجیدہ تحقیق و جستجو کے بدلے ہوئے معروضی زاویوں کا اندازہ ہوتا ہے اور اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ تصوف یا صوفیاء اسلام پر معترضین کے سارے اعتراضات ''خرافات القدماء'' سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان مخالفین پر علماء اسلام نے بھی خصوصی توجہ دی ہے اور صوفیہ کے اقوال و کردار کی روشنی میں ان کے ہر سوال کو بے بنیاد اور شخصی عصبیت کا حامل بتایا ہے۔ اس تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں ہے، ہمارے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ اسی معروضی نقطۂ نظر نے اس ''حجابِ اکبر'' کو اٹھا دیا جس کا سہارا لے کر مخالفین نے بیسوی صدی عیسوی کے نصف حصے تک تصوف کو بازیچۂ اطفال بنائے رکھا۔

خدا کا شکر ہے کہ اب ماضی کے اس سرمایۂ علمی (تصوف) کی دوبارہ چھان بین اور صحیح قدر و قیمت متعین کرنے کا مناسب وقت آ گیا ہے اس لئے کہ موجودہ انسان مادی ناہمواریوں سے نبرد آزما ہے، طبقاتی کشمکش میں اسیر ہے، رنگ و نسل کے امتیازات میں گھرا ہوا ہے، عظمت و جلالت کی آزمائش میں مبتلا ہے، مختلف عقائد و نظریات کے طغیان میں دم توڑ رہا ہے، فلسفیانہ موشگافیوں سے بیزار ہو چکا ہے، وہ حقیقت کو حقیقت

پسندانہ نگاہوں سے دیکھنا چاہتا ہے اور فطرت کا مطالعہ فطری طور پر کرنے کا آرزومند ہے۔ لہٰذا اس ہوش ربا عہد میں مذہبی اسلام یا روحانی اسلام یا تصوف کی مستند اور معتبر تاریخ کو مدوّن کرنے کی ضرورت واہمیت کا شدید احساس عام لوگوں کے دلوں میں بھی پایا جارہا ہے تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو صلاح وفلاح کا پیغام ملے اور انسان کی ناآسودگیوں کا اصل مداوا ہوسکے، اسی سلسلے کی ایک مختصر اور ابتدائی کوشش حیاتِ غوث العالم کے نام سے نذرِ ناظرین ہے۔

حیات غوث العالم کی ترتیب اور اس پر حاشیہ نگاری کی حاجت اس لئے پیش آئی کہ متن کی معنوی خوبیاں نمایاں ہوں، مفید معلومات کا اضافہ کیا جائے اور مختلف تذکروں کے تقابلی مطالعے سے ایک نتیجہ خیز بات کہی جاسکے جس میں تحقیق اور تنقید دونوں کا چولی دامن کا ساتھ رہے۔ یہ اسلوب فکر نہ صرف یہ کہ کتاب کی افادیت کو بڑھاتا ہے بلکہ اکیڈیمی کے رجحانات اور طریقۂ کار کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ مشائخ چشت کی سیرت وسوانح سے دلچسپی رکھنے والے بالعموم اور وابستگان سلسلۂ اشرفیہ بالخصوص اس کتاب کا خاطر خواہ خیر مقدم کریں گے اور اپنے ربّ قدیر سے ملتجی ہوں کہ

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کردے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کردے

"کاشانہ"
کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد
سید حسن مثنیٰ انور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشرف

ساتویں صدی کی بات ہے کہ فارس میں ایک عظیم الشان اور قدیم اسلامی سلطنت تھی۔ انتظامی خوبیوں اور امن وامان میں یہ حکومت ضرب المثل تھی اس سلطنت کو مذہبی برتری اس میں حاصل تھی کہ حکومت کا تاجدار خاندانِ سادات سے تھا قرب وجوار بلکہ دور دور کے بادشاہانِ اسلام اس حکومت کی عزت کرتے تھے اور یہاں کے بادشاہ کو سلطان کہا کرتے تھے اس کے دار الحکومت کا نام شہر سمنان (۱) تھا شیراز یہاں سے قریب

﴿۱﴾…… یہ قدیم شہر آج بھی ایک قصبہ کی صورت میں حدود سلطنت ایران میں ہے اور بحر کیسپین (Caspian Sea) سے کم وبیش ۱۰۰ میل، اصفہان سے ۲۰۰ میل، اور کاشان سے ۱۵۰ میل کی دوری پر ہے، طول البلد ۵۳ اور عرض البلد ۳۵ کا درمیانی حصہ اس تاریخی شہادت کی نشاندہی کرتا ہے۔ سلطان سید تاج الدین بہلول بن سلطان سید محمود نور بخشی نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں سمنان کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور شاہان خاندان سامانیہ سے حاصل کی ہوئی سلطنت کی از سر نو تنظیم کی۔ مملکت سمنان میں عراق اور خراسان کے علاقے بھی شامل تھے اور سیاسی برتری کے ساتھ اسے دینی وقار بھی حاصل تھا۔ آج سمنان کی وہ شوکت تو نہیں ہے لیکن شاندار محلوں کے کھنڈرات اور عظیم الشان عمارتوں کے ملبے اس کے پر جلال ماضی کے آئینہ دار ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ گرامی قدر پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب صدر شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنے سفر ایران کی واپسی پر سمنان کے آثار قدیمہ کے بارے میں بعض مفید باتیں راقم الحروف کی بتائی تھیں اور جناب مولوی سبط حسن صاحب انچارج شعبہ مخطوطات، آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی نے بھی اپنی عینی شہادت کی بناء پر ان باتوں کی تائید وتصدیق کی تھی لہذا سمنان کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا وہ انھیں دو حضرات کے مشاہدات واقوال پر مبنی ہے۔)

تھا شاہی نوازشوں کی بدولت سمنان کی گلی گلی اہلِ کمال سے بھری ہوئی تھی آج تک علماء امام علاء الدولہ سمنانیؒ (۱) کا نام بڑی تعظیم سے لیتے ہیں کہتے ہیں کہ سلطان کے عدل وانصاف سے تمام رعایا اس قدر خوش حال تھی کہ لوگ ہجرت کر کے یہاں آ کر بستے جاتے اور گویا ہفت اقلیم کے دلوں پر یہاں کا سلطان حکومت کرتا تھا دارالسلطنت میں خاص شاہی قصر عجمی مذاق کے موافق بنا تھا اور عمارت کی سر بلند چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ استنبولی قالین تو فرشِ راہ تھا اور عیش وراحت کا شاہی انتظام تمام حکومتوں سے بڑھ کر تھا۔ خاندان سادات کو کوئی چھ پشت (۲) حکومت کرتے گزرا تھا اور اب

۱﴾...... ابوالمکارم رکن الدین علاء الدولہ احمد بن محمد البیابانکی السمنانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۳۶ھ) کی ذات گرامی آٹھویں صدی ہجری کے علماء ومشائخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ ملوک سمنان سے تعلق نسبی رکھتے تھے اور پندرہ سال کی عمر کے بعد وہ سلطان وقت (سید ابراہیم علیہ الرحمہ) کی خدمت پر مامور ہوئے۔ ایک جنگ میں جب کہ سلطان اپنے دشمنوں سے نبرد آزما تھا، شیخ پر یکایک جذبہ فقر ودرویشی طاری ہوا اور پھر سب کچھ چھوڑ کر ۶۸۷ھ میں حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی علیہ الرحمہ کی صحبت میں بغداد پہونچے۔ ۶۸۹ھ میں رشد وہدایت کی اجازت پائی ۷۲۰ھ سے ۱۶ سال کی مدت تک خانقاہ سکاکیہ سمنان کو مرکز رشد وہدایت بنایا۔ انہوں نے ۷۷ سال کی عمر پائی اور قطب زمان عمادالدین عبدالوہاب کے خطیرہ میں مدفون ہوئے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۸۷ و برکات چشتیہ ص ۲۹۹۔۳۰۰ و نفحات الانس ص ۳۹۲۔۳۹۳) شیخ علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ سلسلہ نقشبندیہ کے زبردست مبلغ تھے۔ انہیں شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کے نظریہ وحدۃ الوجود سے اتفاق نہ تھا اور اس سلسلے میں انہوں نے شیخ عبدالرزاق الکاشانی علیہ الرحمہ جو اپنے وقت کے قابل قدر عالم اور خصوص الحکم کے شارح بھی تھے، سے مراسلت بھی کی مگر شیخ کی تشنگی رفع نہ ہو سکی۔ وہ اپنے علم اور زہد وتقوی کی بدولت جمہور مشائخ کے نزدیک ہمیشہ محترم ومعزز رہے۔ شیخ کے کمال تقوی سے متعلق تفصیلی حالات نفحات الانس میں ملاحظہ ہوں۔

۲﴾...... یعنی سلطان ابراھیم بن سلطان سید عمادالدین نوربخشی بن سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر بن سلطان سید ظہیرالدین محمد بن سلطان سید تاج الدین بہلول بن سلطان سید محمود نوربخشی رحمۃ اللہ علیہم۔ (صحائف اشرفی، ورق ۱۱۲)

سلطان ابراہیم علیہ الرحمہ (۱) کا زمانہ تھا۔

سلطان ابراہیم بادشاہ ہی تھے ادنیٰ ادنیٰ اشاروں پر لوگ پسینہ کی جگہ خون بہادینے کو تیار تھے۔ گھر میں سلطان بیگم کی خدمت میں ہزاروں خواص رات دن حاضر رہتی تھیں اور اس گھر میں دنیا کے کسی غم کے لئے کوئی دروازہ نہیں بنایا گیا تھا مگر پھر بھی سلطان اور سلطان بیگم کا چہرہ غمگین و متفکر ہی رہا کرتا تھا اور کسی تدبیر سے پوری خوشی کی نشانیاں چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں وزراء وامراء نے ہزاروں تدبیریں کیں عظیم الشان جشن کی محفلیں کیں مگر غم ہے کہ دل سے نہیں نکلتا اور یہ غم اولاد کا تھا۔

سیدوں کا گھرانا تھا غم برداشت کرنا موروثی تھا کبھی زبان پر ایک لفظ بھی ایسا نہ

---

(۱)…… سلطان سید ابراہیم (المتوفی ۷۲۳ھ) حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کے والد بزرگوار تھے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سلطان سید ابراہیم بن سلطان سید عماد الدین نوربخشی بن سلطان سید نظام الدین محمد علی شیر بن سلطان سید ظہیر الدین محمد بن سلطان سید تاج الدین بہلول بن سلطان سید محمود نوربخشی بن سید مہدی بن سید اکمل الدین بن سید جمال الدین بن سید حسین نسیف بن سید ابوحمزہ احمد بن ابوموسیٰ علی بن سید اسمٰعیل ثانی بن سید ابوالحسن محمد بن سید اسمٰعیل عارج بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (صحائف اشرفی ورق ۱۱۲)

سلطان ابراہیم حد درجہ کریم النفس اور انسانیت نواز تھے۔ ان کا تقویٰ اور اخلاص بالعمل کا جذبہ شہر سمنان میں ضرب المثل تھا۔ دین سے ان کی غیر معمولی وابستگی کی یہ ایک تابناک مثال ہے کہ ان کے عہد میں ہزاروں تشنگان علم وفن منزل مقصود پر پہونچے اور علماء و مشائخ کے لئے انہوں نے ہمیشہ اپنی عقیدت کا دامن پھیلائے رکھا۔ سلطان ابراہیم نے مدارس اسلامیہ کی سرپرستی کے ساتھ خانقاہوں کی تعمیر و ترقی میں بھی نمایاں حصہ لیا، چنانچہ سمنان کی مشہور خانقاہ سکاکیہ کی دوبارہ تعمیر و توسیع سلطان ابراہیم ہی کے دست کرم سے ہوئی جس کو شیخ علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ نے ایک عرصے تک اپنے اوراد و وظائف اور رشد و ہدایت سے رونق بخشی۔ خانقاہ مذکورہ پر سو ۱۰۰ دینار روزانہ خرچ ہوتے تھے۔ (لطائف اشرفی ج ۱، ص ۷۸ و ج ۲، ص ۹۰۔۹۱)

آیا کہ لوگوں کو اس غم کا علم ہونے پاتا ہاں سلطان بیگم کبھی کبھی رات کو اپنے بزرگوں کی طرف متوجہ ہوتیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتیں کہ اے میرے رب تو نے اتنا دے رکھا ہے جس کا شکر گزار ہونا مجھ ضعیفہ سے دشوار ہے اب میرا منہ نہیں ہے کہ تجھ سے کچھ سے کچھ مانگوں۔ اور نہ اس قابل ہوں کہ جو کچھ مانگوں وہ ضرور پا جاؤں مگر اے داتا تو ہی بتا کہ سلطان کے بعد تیرے بندوں کا والی کون ہوگا اور کون انصاف فرما کر باپ دادا کے نام کو روشن کرے گا۔ تیری عطا کی ہوئی دو تین بچیاں ہیں اور کوئی لڑکا گھر کا چراغ نہیں ہے اُس پر کوئی آٹھ سال ہوئے کہ مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں اس عرضی میں کوئی سوال پیش کرتی ہوں میرے مالک میں نے غلطی کی میں تجھ سے مانگنے کا منہ نہیں رکھتی اور اقرار کرتی ہوں کہ تیری رضا سے راضی ہوں۔

سلطان بیگم ایک دن بعدِ نماز عشاء یہی کہتے کہتے رونے لگیں اور اس قدر روئیں کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور مصلّے ہی پر سو گئیں خواب دیکھا کہ حضرت شیخ احمد یسوی علیہ الرحمہ (۱) جو اس گھرانے کے بزرگوں میں سے تھے آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تو کیوں بے

---

(۱)...... حضرت خواجہ احمد یسوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۱۶۶ء ۵۶۲ھ) ترکستان کے سلسلۂ خواجگان کے مشہور بزرگ تھے اور ان کا شمار مقتدائے کاملین میں تھا۔ صاحب تاریخ مشائخ چشت نے لکھا ہے کہ وہ اتا یسوی کے نام سے مشہور تھے۔ اتا ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں جیسا کہ رشحات میں مذکور ہے "اتارا کہ بہ ترکی پدر است بمشائخ بزرگ اطلاق کنند" (تاریخ مشائخ چشت ۲۱۶ برحاشیہ) اور ترکستان کے مقام یسی کی نسبت سے یسوی کہلائے۔ حضرت خواجہ احمد یسوی علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ یوسف ہمدانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۵۳۵ھ) کے مرید و خلیفہ تھے جن کے بارے میں نفحات الانس کے الفاظ یہ ہیں کہ "اِمَامٌ عَالِمٌ وَعَارِفٌ رَبَّانِیٌّ صَاحِبُ الْاَحْوَالِ وَالْمَوَاهِبِ الْجَزِيْلَةِ وَالْكَرَامَاتِ وَالْمَقَامَاتِ الْجَلِيْلَةِ" حضرت خواجہ یوسف ہمدانی علیہ الرحمہ کے چار جلیل القدر خلفاء تھے، ان میں سے حضرت خواجہ احمد یسوی علیہ الرحمہ تبلیغ و اشاعت دین کی خاطر ترکستان پہونچے اور اپنے سلسلۂ ارادت و بیعت کو خوب پھیلایا۔ (نفحات الانس ص ۳۲۷۔۳۲۹، خزینۃ الاصفیاء ص ۵۳۱۔۵۳۲)

قرار ہوتی ہے مبارک ہو کہ تیرے بطن سے آفتابِ ولایت طلوع ہونے والا ہے۔ صبح اٹھ کر سلطان بیگم نے سلطان سے سارا واقعہ خواب کا بیان کیا اور قصرِ شاہی میں خوشیاں منائی جانے لگیں۔ اسی زمانے میں اتفاق سے ایک مسلم الثبوت بزرگ ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ (۱) ایک صبح کو قصر شاہی کے محلسرا میں نظر آئے۔ سلطان اور سلطان بیگم دونوں کو حیرت ہوئی کہ یہ کس راستے سے آئے ہیں پہرہ داروں نے کہا کہ دروازہ سے کوئی اندر نہیں گیا ہے۔ سلطان نے ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ کو صدر مقام پر بٹھایا اور قدم بوس ہوئے ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے سلطان تو بیٹا چاہتا ہے اور اس غم میں پریشان ہے ایک ہزار اشرفی دے تو اشرف علیہ الرحمہ (۲) کو لے۔ سلطان نے فوراً اشرفیاں حاضر کیں ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قیمتی چیز تم کو مفت دی جاتی ہے۔ جاؤ تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوگا یہ کہہ کر وہ بزرگ اٹھے اور آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

﴿۱﴾ شیخ ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ، سلطان سید ابراہیم علیہ الرحمہ کے معاصر تھے اور سلطان کو ان سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ ہمہ وقت عالمِ جذب میں رہا کرتے تھے۔ نفحات الانس میں حضرت شیخ نجیب الدین علی بزغش علیہ الرحمہ کا یہ قول ''دیوانہ عجب بود'' شیخ ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ کی گراں قدر شخصیت کا ایک عنوان جلی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ مجذوب علیہ الرحمہ چند روز تو کچھ نہیں کھاتے تھے اور پھر وقت آنے پر سو من ایک ہی نشست میں کھا جاتے تھے۔ اسی طرح کی اور بھی روایتیں ہیں جو ان کے خوارق عادات اور کرامات عجیبہ کی غماز ہیں۔

(نفحات الانس ص ۲۲۴۔ ۲۲۵ و لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۵۸، ۲۵۹)

﴿۲﴾ ...... یعنی حضرت غوث العالم، محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی بن سلطان سید ابراہیم علیہ الرحمہ۔ بہار عجم ج اول ص ۱۰۱ پر لفظ اشرفی کے تلفظ اور مفہوم کو یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ ''اشرفی بسکون شین معجمہ و فتح راء مہملہ درست............... ایں منسوب است باشرف کہ پادشاہی بود، سکہ زر بوزن دہ ماشہ بزمان او رواج یافت''۔ اب اگر اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر حضرت شیخ ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ کی گفتگو سے مطابقت کی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے سینے اسرار و معارف کے آئینے ہوا کرتے ہیں!

خدا کی شان کہ اُس گھر میں سلطان بیگم کے ایک نہایت مبارک و مسعود و خوش اقبال اور خوبصورت لڑکا پیدا ہوا اُس بچے کا نام حسب ہدایت حضرت احمد یسوی علیہ الرحمہ، اشرف رکھا گیا۔ ٹھیک اُسی دن حضرت ابراہیم مجذوب علیہ الرحمہ بھی آئے اور کہا کہ اے سلطان آج ہماری بیچ ختم ہوگئی اور ہزار اشرفی کے بدلے تم کو قیمتی مال مل گیا۔ اس مسرت آگیں موقع پر شاہی مہمان خانہ عرصہ دراز تک آباد کردیا گیا۔ ساری رعایا کے گھر گھر گویا عید ہوگئی اور چراغاں سے سمنان میں مہینوں رات دن کا فرق جاتا رہا، یہ کوئی ۷۰۸ھ کا واقعہ ہے۔

اوحد الدین

پیارے اشرف علیہ الرحمہ، ماں باپ کی آنکھوں کے تارے اشرف علیہ الرحمہ، کی پرورش آغوشِ شاہی میں ہونے لگی۔ جب ماشاءاللہ سے چلنے پھرنے اور منہ سے بولنے کے دن آئے تو بڑے بڑے علماء اور ائمہ (۱) تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے۔ بلند اقبال اشرف علیہ الرحمہ نے سات برس کی عمر میں سارا قرآن شریف ساتوں قرأت سے یاد کرلیا

---

(۱)..... مثلاً حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ (ان کا ذکر حاشیہ پر آچکا ہے)، حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی الکاشانی علیہ الرحمہ جو اپنے وقت کے متبحر عالم تھے اور جن کے بارے میں خود حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کا ارشاد گرامی ہے کہ "ایں فقیر بحضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رسیدہ و اکثر از فواد مستفاد گشتہ" (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۹۹)، حضرت امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمہ "مقتدائے اولیاء عصر و پیشواء بلغاء دہر خود بودند و عالم بعلوم ظاہری و باطنی بہ تخصیص بیان تواریخ اولیاء گویا آیتے بود کہ در شان ایشاں نازل شدہ .... و اختصاص بانواع لطائف معارف آمیز و ظرائف کواشف انگیز یافتہ و مدتے در ملازمت شریف و مجادمت لطیف بشتافت"۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۲۰)، حضرت سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ "جامع بودہ است در علم ظاہری و باطنی.......... بسے از فوائد سلوک و موائد سلوک و مواجید و اذواق کہ از حضرت سید یافتم اگر ہر سر موے لسان گردد، شکر او از ہزار یکی نتوانم گذرانید"۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۵۴) "چوں

دے متولد شدہ و سن مبارک بچہار سال و چہار ماہ و چہار روز رسید بخدمت شیخ عمادالدین تبریزی درس آغاز کرد"۔

(صحائف اشرفی ورق ۱۱۴)

اور ماں باپ نے اب علم وکمال خاندانی کی طرف اُن کو جھکا دیا۔ ابھی چودہ برس کی عمر ہوئی تھی کہ تمام علوم وکمالات میں سند حاصل کرلی اور عرب وعجم میں علمی کمال وتبحر کا آوازہ بلند ہوگیا اکابر علماء بغرض استفادہ وشاگردی حاضر ہونے لگے اور فارس کی تعلیم گاہوں میں مولانا اشرف علیہ الرحمہ کا طوطی بولنے لگا۔

خدا کی شان دیکھو کہ ماں باپ کو جس قدر اس کی خوشی تھی کہ اُن کے بعد شاہی گھرانا مولانا اشرف علیہ الرحمہ کے دم قدم سے آباد رہے گا اُسی قدر مولانا اشرف علیہ الرحمہ کو دنیا اور سامانِ دنیا سے نفرت تھی۔ صرف والدین کے سلام وخدمت کا فرض مجبور کرتا تھا نہیں تو مولانا اشرف علیہ الرحمہ کے قدم مدرسہ سے مسجد اور مسجد سے مدرسہ ہی آتے جاتے تھے اور برائے نام شاہی محلسرا میں جانا ہوتا تھا۔ سند علمی حاصل کرنے کے بعد مدرسہ بھی چھوٹ گیا تھا اور مسجد سے باہر کوئی مولانا اشرف علیہ الرحمہ کو کم دیکھتا تھا۔ طبیعت کا رجحان فقر ودرویشی کی جانب زیادہ تھا اور عبادت الٰہی کا ذوق پورا پورا تھا اور کیوں نہ ہوا ایک تو سیّدوں کا گھرانا تھا، نبی ﷺ کا خاندان تھا اُس پر آنکھ کھلتے ہی جس ماں کی گود میں پلے تھے اُن کو دیکھا تو اُن کو رابعہ ثانیہ پایا۔ والدہ ماجدہ کا نام نامی تو خدیجہ تھا مگر اُن کو عبادت اور بندگی الٰہی کا ایسا ذوق تھا کہ کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں ہوتی تھی لوگ ان کو رابعہ ثانیہ ہی کہا کرتے تھے۔ مولانا اشرف علیہ الرحمہ نے ان کی گود میں آنکھیں کھولی تھیں پھر بھلا وہ مسجد سے باہر کیوں نکلتے۔ مولانا اشرف علیہ الرحمہ کی خمیر میں طلب حق کا مادہ بچپن ہی سے تھا، جس بزرگ کو دیکھتے اس سے استفادہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام نے مراقبہ اسم ذات وپاس انفاس کی تعلیم دی تھی اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالی عنہ (۱) نے اجازت اذکار سلسلہ اویسیہ دی تھی اور یہی آپ کا معمول رہا۔ قضارا فراغت علمی

۱؎ ... خیر التابعین، سلسلہ اویسیہ کے بانی اور صوفیہ کے طبقہ اولی (۶۶۱ء تا ۸۵۰ء) کے بے مثل نمائندہ تھے۔ ان کے حالات حضرت خواجہ فریدالدین عطار علیہ الرحمہ نے تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲، ۱۷ میں بڑی خوبی سے درج کیے ہیں۔ شیخ

کے دوسرے ہی سال سلطان ابراہیم علیہ الرحمہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور امراء وزراء کے اصرار اور خود والدہ ماجدہ کے حکم سے مجبور ہو کر مولانا اشرف علیہ الرحمہ کو تاج شاہی اپنے سر پر رکھنا پڑا اور اپنی عمر کے پندرھویں سال میں مولانا اشرف علیہ الرحمہ فرمانروائے تخت سمنان ہو گئے اور مولانا السلطان سید اشرف علیہ الرحمہ کے نام کا سکہ جاری ہو گیا۔ آپ کے زمانے میں عدل وانصاف اپنی معراج کو پہونچ گیا اور سمنان ایک علمی مرکز بن گیا۔ داد وستد اور خدمت دین واہل دین کو دیکھ کر سلاطین زمانہ تخت سمنان سے رشک کرنے لگے اور عام وخاص دینی کارناموں کو دیکھ کر سلطان سید اشرف علیہ الرحمہ کو اوحد الدین کہنے لگے اور سلطان اوحد الدین سید اشرف علیہ الرحمہ کہہ کر لوگ آپ کو یاد کرنے لگے۔ سلطان اوحد الدین سید اشرف علیہ الرحمہ تو روز چاہتے تھے کہ تخت وتاج کو لات مار کر کنارہ کش ہو جائیں

علامہ احمد شہاب الدین القلیوبی علیہ الرحمہ نے بھی کتاب القلیوبی (مطبوعہ) کے ص ۱۴۵، ۱۴۶ پر حضرت اویس قرنی علیہ الرحمہ کے ذکر کے سلسلے میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ”رَوَی اُسَیْرُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ خَیْرَ التَّابِعِیْنَ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ فِیْ اَمْرَادِ الْیَمَنِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَکَ مِنْہُ فَافْعَلْ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰی عُمَرَ سَاَلَہٗ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَہٗ فَاسْتَغْفَرَ لَہٗ“ یعنی اسیر ابن جابر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خیر التابعین ایک مرد ہے جس کا نام اویس ہے جو تمہارے پاس مجاہدین اسلام کی مدد کیلئے یمن کے امدادی لشکر کے ساتھ آئے گا۔ اگر وہ کسی بات پر خدا کی قسم کھالے گا تو اللہ اسے ضرور تمام فرمائے گا۔ پس موقع نصیب ہو تو اپنے لئے اس سے دعائے مغفرت کرانا۔ راوی (اسیر ابن جابر ؓ) نے کہا کہ حضرت اویس ؓ جب سیدنا فاروق اعظم ؓ کے دور خلافت میں تشریف لائے تو حضرت عمر ؓ نے ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرائی اور انہوں نے آپ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ ہی کے حوالے سے صاحب کتاب القلیوبی رقمطراز ہیں کہ حضرت اویس روز صفین حضرت علی ؓ کے ساتھ تھے اور اسی دن شہید بھی ہوئے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت اویس قرنی ؓ رفعت ومنزلت اور تقدیس وبرتری کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے اور اسی لئے انھیں ”خیر التابعین“ کہا گیا ہے۔

اور اپنے چھوٹے بھائی مولانا سید محمد (۱) کو جہانبانی سپرد فرمادیں مگر ایک تو والدہ ماجدہ کا دباؤ تھا دوسرے حضرت خواجہ خضر نے آ کر کہہ دیا تھا کہ ابھی کچھ دنوں تک اپنے قدم سے تخت شاہی کی عزت افزائی فرماتے رہئے اس کے بعد جو مناسب ہوگا دیکھا جائے گا، مجبوراً آپ کو تاجداری کرنی پڑی۔

کبھی کبھی فوجی نمائش کے معائنہ کے لئے جب سلطان بنام سیر و شکار نکلتے اور کسی فوجی آدمی کی کوئی بے عنوانی دیکھتے تو اُسی وقت تنبیہ فرمادیتے ادنی ادنی شخص بڑے بڑے فوجی افسروں کی گرفت کرتا تھا اور دربار شاہی سے کامیاب ہوتا تھا ہر شخص کی فریاد براہ راست دربار سلطانی میں جاتی تھی اور انصاف کی طاقت سے شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ (۲)

۱﴾..... بعض تذکروں میں سید محمد کے بجائے محمد اعرف یا صرف اعرف درج ہے جو اشرف کا قافیہ بھی ہے۔ لیکن اس قافیہ پیمائی سے تاریخی تقاضہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ لطائف اشرفی ج اول ص ۱۱۷ کی یہ عبارت ''چوں اعراض از سریر سلطنت و اعتراض از سریر مملکت کردیم و تفویض احکام جہانداری و تقلید سرانجام شہریاری بہ برادر اعزار شد موید سلطان محمد نمودیم'' الخ صراحت کے ساتھ سید محمد نام کی تائید اور اعرف نام کی نفی کرتی ہے۔

(نیز ملاحظہ ہو صحائف اشرفی ورق ۱۱۳ اور برکات چشتیہ ۳۹۰)

۲﴾..... حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے دس سالہ عہد خلافت میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ہیں ان کا کنایۃً اظہار حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے متن کتاب میں کردیا ہے لیکن انکی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان بنام سیر و شکار نکلے اور دو تین دن تک یہ تفریحی مشغلہ جاری رکھا۔ سلطان کے سپاہیوں کی جماعت مختلف سمتوں میں جستجوئے صید کیلئے منتشر ہوگئی لیکن سلطان نے اپنے ہاتھوں سے کسی جانور کو ایذا نہیں پہونچائی۔ اگر کوئی زندہ شکار آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ از راہ ترحم اسے فضا میں چھوڑ دیتے تھے۔ اسی دوران قیام میں ایک ضعیفہ سلطان کی خدمت میں پہونچ کر شکوہ سنج ہوئی کہ ایک سرکاری آدمی نے اس کے دہی کا استعمال بالجبر کرلیا ہے۔ اس شکایت کو سنتے ہی حکم سلطانی نے سارے سپاہیوں کو فوراً ایک جگہ جمع کردیا اور ضعیفہ نے اصل مجرم کی شناخت بھی کی لیکن مجرم کے انکار پر وہ کوئی شہادت نہ پیش کرسکی۔ ایسی صورت میں فضیلت مآب سلطان نے یہ حسن تدبیر اختیار فرمائی کہ استفراغ کے ذریعہ تازہ دہی کو شکم سے باہر نکلوادیا اور جرم ثابت ہوجانے پر مناسب تادیبی کاروائی بھی

ترک سلطنت

مثل مشہور ہے کہ دن گذرتے کچھ نہیں جاتے۔ سلطان اوحدالدین سید اشرف علیہ الرحمہ کو فرمانروائی کرتے دس (۱۰) یا بیس (۲۰) برس[۱] گذر گئے اور پتہ نہ چلا۔ اب وہ وقت آگیا جس کی تمنا سلطان کو ہمیشہ سے تھی مگر عام بشریت اُس کے سمجھنے سے عاجز ہے ہم تو گرد و پیش پر جب نظر کرتے ہیں تو کوئی چھوٹی بڑی ہستی ایسی نظر نہیں آتی جو

کی۔ (لطائف اشرفی ج۲ ص۹۱)

سلطان کے عہد خلافت کا دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ مسافروں کی جماعت کے ایک فرد نے اپنی جماعت پر دربار سلطانی میں یہ الزام لگایا کہ اس کی کمر سے بندھی ہوئی چالیس اشرفیاں غفلت میں نکال لی گئی ہیں۔ جب مسافروں کی جماعت نے حاضر دربار ہو کر جرم سے انکار کیا اور اپنی بے گناہی کے لئے قسمیں کھائیں تو سلطان نے اتمام حجت شرعی کے باوجود ایک حکمت عملی کے پیش نظر ہر مسافر کے قلب پر ہاتھ رکھا تو حقیقی مجرم کا اختلاج و التہاب دفعۃً بڑھ گیا۔ اس نفسیاتی طرز عمل سے جرم آشکارا ہو گیا اور مجرم نے درباری جلال سے مرعوب ہو کر جرم کا اعتراف و اقرار کر لیا۔ جب اس نے زر مسروقہ کو نکالا تو ایک اشرفی شمار میں کم ہوئی جو خرچ ہو گئی تھی۔

(لطائف اشرفی ج۲ ص۹۱، ۹۲)

تیسرا واقعہ مغلوں سے ایک جہاد کا ہے جس میں بالآخر سلطان کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ اسی جہاد میں پچاس ہزار مغل سپاہی مارے گئے اور حضرت حاجی نظام یمنی جامع لطائف اشرفی کے لفظوں میں ”زخمی اور مقتول سے میدان جنگ اور ٹیلے برابر ہو گئے تھے“۔ مال غنیمت میں بیس ہزار سے زیادہ غلام، آٹھ ہاتھی اور بے شمار چوپائے نیز جنگی اسلحے اسلامی فوج کو میسر آئے۔ لطائف اشرفی میں اس جہاد کا ذکر ادبی حسن و شکوہ کے ساتھ کئی صفحات پر مشتمل ہے۔

(ملاحظہ ہو۔ لطائف اشرفی ج۱ ص۱۱۱ تا ۱۱۷)

[۱] ......حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ کی خلافت کی مدت دس (۱۰) سال ہے۔ ۷۲۳ھ میں یعنی فراغت علمی کے دوسرے ہی سال حضرت علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار سلطان سید ابراہیم علیہ الرحمہ کا انتقال ہو گیا، پھر شاہی رسم کے مطابق امرائے سلطنت و عمائدین مملکت نے اُسی سال حضرت علیہ الرحمہ کو تخت سمنان کا فرمانروا بنایا۔ خزینۃ الاصفیاء، ج اول ص۳۷۱ میں ہے کہ ”پدر عالی قدر وی سلطان ابراہیم بادشاہ سمنان بود، چوں او وفات کرد وی بر تخت سلطنت اجلاس نمود“ ۷۳۳ھ میں حضرت علیہ الرحمہ نے ترک سلطنت فرمایا۔ اس اعتبار سے مدت خلافت دس (۱۰) ہی سال ہوتی ہے لیکن حضرت علیہ الرحمہ کی ولی عہدی کا زمانہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو بیس (۲۰) سال پورے ہو جاتے ہیں۔

راحت دنیا سے متنفر ہو اور جسے سامانِ عیش کاٹے کھاتا ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تخت وتاج، خودمختاری اور سوراج کے لئے لوگوں نے ایمان کو قربان کر دیا ہے۔ اور ایک ایک دُھر بلکہ ایک ایک دانہ پر روپے پانی کی طرح بہادیتے ہیں مگر اپنی چیز نہیں چھوڑتے۔ امیر ہو یا غریب سبھی چاہتے ہیں کہ موجودہ حالت سے بہتر آرام کا سامان مہیا ہو جائے اس کے لئے خواہ انسان کے خون کی ندیاں بہہ جائیں خواہ زندہ ہستیاں کھڑی جلادی جائیں مگر اپنا جہنم بھرا ہی رہے اور سچ پوچھو تو بیدینی وگمراہی اور نیکیوں سے سستی اسی زال دنیا کے چولی دامن کا نام ہے۔ کوئی نبوت کا دعوی کرتا اور الوہیت کی ڈینگ مارتا ہے تو دوسرا اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سرکار میں بدزبانیاں اور منہ زوریاں دکھاتا ہے کہ چار آدمی میں نام بڑھے اور فرقہ بندی کر کے چار پیسے پیدا کئے جائیں تا کہ دنیا آرام سے گذرے۔ کیا جتنے موٹر اور فٹن گاڑیاں تھیٹر کے دروازے پر نظر آتی ہیں مسجد کے دروازے پر بھی ہوتی ہیں، ہرگز نہیں۔ کیونکہ راحتِ دنیا نے امیروں کے پاؤں میں رسی جکڑ دی ہے اور اُن کا قدم مسجد کی طرف بڑھنے سے روک دیا ہے۔ کسی غریب کسان سے پوچھو کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو کہتا ہے کہ کھانے کمانے سے چھٹی نہیں ملتی۔ غرض امیر، غریب سب دنیا پر اس طرح فریفتہ ہیں کہ تہذیب وتمدن کسی کی پرواہ نہیں ہے اور نہ غریب دین کبھی بھولے سے یاد پڑتا ہے، چھوٹے بڑے یہی کہا کرتے ہیں کہ۔

یاں تو آرام سے گذرتی ہے　　عاقبت کی خبر خدا جانے

یہ تو عوام کا حال ہے اور خواص جو پنج وقتہ نماز کے پابند، روزہ کے عادی، حاجی، حافظ، مولوی صاحب وغیرہ وغیرہ ہیں ہم تو نہیں دیکھتے کہ اُن کو آرام وراحت سے نفرت ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ زمین، جائداد، دولت، حکومت سے اسلام نے نفرت کی تعلیم نہیں

دی ہے اور بعض حالات میں یہ چیزیں اسلام کو بہت پسند آتی ہیں تاج وتخت والے اور زمیندار وتعلقدار کی فہرست میں بھی اللہ کے پیاروں کے نام ہیں اور بلاشبہ کسب دولت پر اعتراض کرنا اور فقر ودرویشی کے لئے ناداری یا مالی کمزوری کو ضروری جان کر اربابِ کسب کی نکتہ چینی کرنا سخت جہالت اور نہایت درجہ حماقت ہے مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ کسی قسم کا قلب وجگر تھا جس کے سر پر شاہی تاج ہے اور جس کے قدموں کا روندا ہوا تخت سلطنت ہے، پیسہ، روپیہ، زمین اور جائیداد کا کیا ذکر ہے آزاد حکومت کا زرّیں تاج اور خزانہ شاہی کا زبردست سرمایہ اور وسیع حکومت پر کامل اقتدار اسے کچھ نہیں بھاتا اور عیش کی گھڑیاں اُس کو ستاتی رہتی ہیں۔ ہم تو جب گردن جھکا کر سوچتے ہیں کہ اپنا ایک پیسہ بھی چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اور اپنے کھیت کی ایک گھاس کوئی اُکھاڑے تو ہم فوجداری کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں اور اُس کی عزت، دولت اور جان ہماری نگاہ میں گھاس برابر بھی نہیں رہتی تو بیساختہ دل کہتا ہے کہ ترکِ سلطنت ایک خرقِ عادت اور کرامت ہے اور عام بشریت کی قوت سے بالاتر بات ہے اس کے لئے اس برگزیدہ ہستی کی ہمت درکار ہے، جس کی جہانگیری کا آوازہ ملاء اعلیٰ میں بلند ہو چکا ہو اور جس کا طائرِ ہمت عرش پر پرواز کر رہا ہو۔ افواج قدس جس کی پاسبانی کر رہی ہو اور قلعہ، ولایت جس کی حفاظت کے لئے ہو۔ قصرِ قطبیت میں اُس کا مسکن ہو اور خزانہ کرامت پر اس کا اقتدار ہو۔ تختِ ارشاد جس کا پامال ہو اور تاجِ غوثیت جس کے سر پر جگمگاتا ہو اور محبوبیت کا جامہ جس کے بدن پر زیب دیتا ہو اور سچ تو یہ ہے کہ ترکِ سلطنت کرنے والے کی حقیقت کا سمجھنا ہم سے دشوار ہے۔ بس آفریں ہے ایسے قلب وجگر پر جس نے سلطنت کو گھاس پھوس کے برابر نہ سمجھا اور دنیا کو اس طرح لات ماردیا جیسے دشمن کو کان پکڑ کے نکال دیا جائے ہم تو

جس قدر ترک سلطنت کی ہمت کو سوچتے ہیں اُتنا ہی سوچتے سوچتے تھک کر بدحواس ہوجاتے ہیں اور خاک سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر حال کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے مگر سلطان اوحدالدین سید اشرف علیہ الرحمہ کو دیکھئے کہ دس (۱۰) یا بیس (۲۰) برس تاجداری کی تھی کہ ۲۷؍ رمضان المبارک شب قدر میں حضرت خواجہ خضر آگئے اور کہا کہ اشرف اب وقت آگیا اُٹھ کھڑے ہو اور ہندوستان کی طرف چل دو تمہارے پیر تمہارا بڑا انتظار کر رہے ہیں۔ سلطان اس خبر سے خوش ہوگئے۔ نماز فجر پڑھ کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال کہہ کر رخصت و اجازت سفر طلب کی۔ ماں نے ناز پروردہ فرزند کو خوشی سے الوداع کہا اور فرمایا کہ جان مادر! تمہارے نانا حضرت احمد یسوی علیہ الرحمہ نے تمہاری پیدائش سے پہلے مجھ سے خواب میں فرمایا تھا کہ تیرے بطن سے آفتاب غوثیت نکلے گا، جاؤ تم کو تمام عالم کی فریاد رسی مبارک ہو۔ سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی سلطان مولانا سید محمد علیہ الرحمہ کو تخت و تاج دیا اور سب سے منہ موڑ کر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ (۱)

سفر ارادت اور تنہائی

تارک السلطنت مولانا السلطان علیہ الرحمہ مادرِ مشفقہ کی اجازت لے کر محلسرا سے نکلے اور شاہی تاج و لباس کو اُتار کر تہ بند باندھا اور ایک کمل اوڑھ لیا اب نہ تاج رہا نہ لباس فاخرہ رہا جس سر پر ابھی تاج شاہی جگمگاتا تھا وہ طلب مولیٰ میں برہنہ ہوگیا جو جسم

---

(۱)…… حضرت بندگی نظام الدین یمنی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت امیر کبیر سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ را بخلاف پیران دے سلطان حی مطلق گویند زیرا کہ سلطنت ظاہری ہم میداشت'' اور حضرت ملک محمد جائسی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ ''در صد یقین امت محمد ﷺ دو کس بسبب ترک سلطنت بر جمیع اولیاء اللہ فضیلت دارند۔ اول سلطان التارکین خواجہ ابراہیم ادھم رضی اللہ عنہ دوم سلطان سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ (صحائف اشرفی ورق ۱۱۳)۔

شاہی لباس سے آراستہ تھا وہ راہ حق میں کمل پوش ہوگیا جس کا تخت شاہی پامال تھا وہ تلاشِ محبوب کو پاپیادہ تیار ہوگیا غرض اسی شکل میں آپ نے تمام وزراء وامراء، عمائد وخواص علماء سے ودائی معانقہ ومصافحہ کیا ادنیٰ اور اعلیٰ زیارت کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے اور روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ سلطان سید محمد علیہ الرحمہ بڑے بھائی کی جدائی سے رو رہے تھے اور سینہ سے لپٹ کر اس طرح پکڑے ہوئے تھے کہ گویا چھوڑنے کا ارادہ ہی نہ تھا، خود تارک سلطنت مولانا السلطان علیہ الرحمہ اس منظر سے متاثر ہوئے اور بھائی کے گریہ وزاری سے آبدیدہ ہوگئے لوگوں نے سمجھا بجھا کر بھائی کو بھائی سے نامعلوم زمانے تک کے لئے جدا کر دیا۔ سلطان نے اپنی سواری کے خاص گھوڑے کو لیا، اس پر سوار ہوئے مہربان ماں کے حکم سے بارہ ہزار لشکری آپ کے ساتھ ہوئے جن میں دو ہزار ایسے تھے جو ہمیشہ سیر وشکار میں مولانا السلطان علیہ الرحمہ کے ہمرکاب رہا کرتے تھے حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمہ بھی چند منزل رخصت کرنے کے لئے چلے آئے تھے سمنان سے نکلتے ہی مولانا السلطان علیہ الرحمہ پر جذب و وجد کا پُر کیف غلبہ طاری ہوا اور فی البدیہ آپ نے یہ غزل فرمائی:

ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی   محرمِ اسرار باجاناں شوی
پابہ تخت وتاج وسردر راہ نہ   تاسزائے کشورِ یزداں شوی
چیست دنیا ۔کہنہ ویرانہ   دررہِ آباد ایں ویراں شوی
تابکے دردام دنیا ہائے بند   در ہوائے دانہ پراں شوی
دام فانی برگسل ازپائے جاں   تو تو واصل باقی ازسجان شوی
برگذر از خواب وخور مردانہ وار   تابراہِ عشق چوں مرداں شوی

گر نہی پا برسرِ اورنگ جاہ   تارکش چوں اشرفِ سمناں شوی

بارہ ہزار فوجی جو ساتھ تھے اُن کو تیسری منزل سے رخصت کر دیا صرف عبید نامی ایک شخص رہ گیا جس کی اکثر ضرورت بھی رہتی تھی اور وہ خود بھی ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا جب آپ اس کو اجازت رخصت کی دیتے تو وہ قدموں سے لپٹ کر رونے لگتا مگر آپ نے بڑے اصرار سے اُس کو مجبوراً ہی فرما دیا اور سمنان واپس کر دیا۔ کچھ لوگ ملک ماوراء النہر تک بھی ساتھ چلے آئے تھے آپ نے یہاں سے سب کو واپس فرما دیا صرف دو ہمراہیوں کو ساتھ لے لیا۔ چلتے چلتے بخارا پہونچے تو ایک ہوشیار مجذوب کا سامنا ہو گیا، مجذوب نے مولانا السلطان علیہ الرحمہ کا سر پکڑا اور اپنا سر اُس پر رگڑنے لگے۔ اس حرکت سے سلطان علیہ الرحمہ پر ایک طرح کی غشی طاری ہو گئی، مجذوب صاحب ہٹ گئے اور پورب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ادھر جلد جلد جاؤ۔

مولانا السلطان علیہ الرحمہ دونوں ہمراہیوں کے ساتھ مشرق کی طرف چلے اور بلا توقف جلد جلد مسافت طے فرمانے لگے۔ راستے میں شہر سمرقند ملا یہاں شیخ الاسلام نے تاڑ لیا کہ یہ شاہی شان کے مہمان ہیں، دعوت میں بڑا تکلف کیا اس تکلف سے مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو سخت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ فقیروں کو ان تکلفات کے جھگڑوں سے کیا مطلب ہے آپ نے سمرقند سے نکلتے ہی دونوں ساتھیوں کے گھوڑے ایک غریب کو دیدیئے اور اپنی سواری کا گھوڑا بھی ایک محتاج کو دے ڈالا اور فرمایا کہ گھوڑوں کو علیحدہ کر دینا بہتر ہے نہیں تو درویشوں کو رسوا کر ڈالیں گے۔ اب مولانا السلطان علیہ الرحمہ جن کے قدم چند روز پیشتر تخت سلطانی کو پامال کر رہے تھے اور جن کو دو قدم بھی پیدل چلنا نہیں پڑا تھا جن کے لئے سواری کا ہجوم دروازے پر رہتا تھا آج ایک دور دراز مسافت طے

کرنے کے لئے پا پیادہ تیار ہو گئے۔ زمانہ شاہی کی صرف ایک بچی بچائی نشانی بھی آج دور کر دی گئی، گھوڑا جدا کر دیا گیا اور پیدل سفر اختیار فرمایا۔ رات ایک گاؤں میں بسر ہوئی۔ تھکان سفر سے گہری نیند آئی، آدھی رات کو آنکھ کھلی تو دونوں ساتھی سو رہے تھے، آپ نے خیال کیا کہ ان دونوں کو بھی واپس کر دینا اچھا ہے جب پوری تنہائی ہوگی تو عالم تجرید کا فیضان زیادہ ہوگا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ آپ نے دونوں ہمراہیوں کو وہاں سے واپس کر دیا اور تنہا تلاش شیخ کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

تنہائی کیا چیز ہے اس کو آپ اپنے دل سے پوچھئے اہل دنیا کیلئے بڑی سے بڑی بلا اور سخت سے سخت عذاب تنہائی ہے۔ لوگ اس کو بیکسی کہتے ہیں اور تنہائی کا نام سن کر رو پڑتے ہیں۔ تعزیرات حکومت میں قید تنہائی کی سزا سخت سزا سمجھی جاتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ دو گھنٹے کے سفر کے لئے کوئی ساتھی نہیں ہوتا تو ایک ایک قدم بھاری ہو جاتا ہے اور طبیعت گھبرا گھبرا اٹھتی ہے مگر مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو دیکھئے جو کچھ دن پہلے امراء و وزراء کے جھرمٹ میں رہتے تھے اور امیر و غریب کا ہجوم جن کے پاس جمع رہتا تھا، جن کے گھر رات دن آدمیوں کا میلہ لگا رہتا تھا اور جو ایک ساعت کے لئے بھی زمانہ پیدائش سے لے کر تنہا نہ رہے وہ آج خوشی سے بالکل یکہ و تنہا ہو گئے اور نادیدہ راہ پر جس کی انتہا سے بے خبری ہے اکیلے چل کھڑے ہوئے۔ آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالی میرے ساتھ ہے اور اس کے سوا دوسرے کو ساتھی بنانا بڑی غلطی ہے۔ عالم تجرید و تفرید تنہائی چاہتی ہے اور یہ تنہائی بیکسی نہیں ہے بلکہ یکتائی ہے۔

ہندوستان میں ورود اور تکمیل ارادت

سمرقند سے نکل کر جس گاؤں سے مولانا السلطان علیہ الرحمہ اکیلے اور پا پیادہ

سفر فرمانے لگے وہاں سے آپ کے جذبۂ ارادت وشوقِ بیعت کی کیفیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور شیخ کی تلاش اور پیر ومرشد کی جستجو کے خیال کا غلبہ ہوا۔ آپ تھے تو سفر میں مگر آنکھ دیکھتے کوئی آپ کے آگے پیچھے نہ تھا نہ کسی سے بات چیت کرنا نہ کسی کی گفتگو سننا، چپ چاپ راستہ کاٹنے کے سوا کوئی آپ کا کام نہ تھا گویا ہر گھڑی آپ کو چلتے پھرتے خلوت نصیب تھی جس میں ذکر خدا ورسول ﷺ اور خیال مرشد کے سوا کسی کی گنجائش نہ تھی، آپ کا قدم قدم میدانِ محبت میں پڑ رہا تھا اور راہ کا ہر خار، گل بوٹا نظر آ رہا تھا نہ پیدل چلنا بار معلوم ہوتا تھا نہ ظاہری تنہائی کی گھبراہٹ تھی۔ بس ایک طلب شیخ کے دریا میں غواصی کرتے، عرصۂ اخلاص ومحبت کے بیابان کو طے کرتے، نیا دانہ کھاتے، نیا پانی پیتے سیدھے پورب کی طرف آپ جا رہے تھے اور جلد جلد قدم بڑھا رہے تھے کہ آپ کو مہینوں بعد ہندوستان پہونچنا ہوا۔

ملتان کے قریب اوچہ شریف (۱) میں آپ پہونچے تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رضی اللہ تعالی عنہ (۲) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

۱...... مختلف تذکروں میں اس مقام کا نام اوچہ، اوچہ، اچہ یا اوچ بتایا جاتا ہے جو آٹھویں صدی ہجری کا شہر تھا۔ اب یہ ایک قریہ ہے اور اس کا موجودہ نام اُچ ہے لیکن آج بھی یہ مقدس مقام زیارت گاہ خلائق ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے روحانی تصرفات کی آماجگاہ ہے۔

۲...... حضرت مخدوم سید جلال بخاری جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۸۵ھ) ایک عظیم المرتبت شخصیت کے حامل تھے۔ انھیں ایک طرف علوم اسلامیہ میں غیر معمولی استعداد تھی اور دوسری جانب وہ طریقت وتصوف کے آشنائے رموز واسرار تھے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "جامع ست میان علم وولایت وسیادت" (اخبار الاخیار ص ۱۴۲) اسی طرح دوسرے تذکرہ نگار کا ارشاد ہے کہ "ظاہری علم اور باطنی معلومات سب کچھ آپ کو حاصل تھی" (اذکار ابرار ص ۱۱۲)۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ ۱۵ رشعبان المعظم ۷۰۷ھ کو اس دارفانی میں تشریف لائے۔ انہوں نے اپنی ۷۸ سالہ زندگی میں تمام بلادِ اسلامیہ کی سیاحت فرمائی اور اپنے وقت کے علمائے عظام اور

مشائخ کبار سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ چنانچہ صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ ''سیاحت بسیار کردہ و از بسیاری از اولیاء نعمت و برکت یافتہ..... .....وخلیفہ چہاردہ خانوادہ بود''۔

گلزار ابرار مصنفہ مولوی محمد غوثی کا اردو ترجمہ اذکار ابرار (مطبوعہ) میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے ص۱۱۳، ۱۱۴ پر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کی تحصیل غلامت کا ذکر چودہ خانوادوں کے بجائے پندرہ خانوادوں سے تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے جن کی ترتیب یہ ہے:

حضرت سید کبیر بخاری (پدر بزرگوار) حضرت سید محمد بخاری اور بقول صاحب اخبار الاخیار حضرت شیخ صدر الدین بخاری (عم محترم) حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح، حضرت شیخ الاسلام محمود شاہ، حضرت امام عبداللہ یافعی، حضرت شیخ ابوعبید عینی، حضرت شیخ نور الدین علی ابن عبداللہ طرابلسی، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ قطب الدین منور، حضرت مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی، حضرت نصیر الاولیاء چراغ دہلی، حضرت شیخ رکن الدین منجی، حضرت سید جلال اوچھوی، حضرت سید حمید الدین محمود چشتی سمرقندی، اور حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی علیہم الرحمہ۔ اس اعتبار سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ نے پندرہ خانوادوں سے خلافت حاصل فرمائی تھی۔

پیش نظر کتاب (اذکار ابرار) کے ص۱۱۴ پر یہ بھی تحریر ہے کہ ''ان کے سوا اور خلافتیں جو صحت کے درجہ کو نہیں پہونچی ہیں، بہت سی ہیں'' ....حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا مجموعہ خزانہ جلالی کے نام سے ہے اور شیخ جمال نامی ایک مرید نے بھی حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی شنیدہ و غیر شنیدہ باتوں کو جامع العلوم جلالی کے نام سے مرتب کیا تھا جن کے مطالعے سے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی جلالت علمی اور عالی مقامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (اخبار الاخیار، اذکار ابرار)۔

واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ شہر اُچ پہونچ کر تین دن تک حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کے مہمان رہے، یہاں آپ نے عجائبات کا مشاہدہ فرمایا اور نعمت ہائے گوناگوں سے مالا مال ہوئے۔ صحائف اشرفی میں مذکور ہے کہ ''در خطہ اچہ بشرف خدمت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری رضی اللہ تعالی عنہ مشرف گشت و نعمت قطبیت و غوثیت و شرف اجازت و خلافت سلسلہ قادریہ حاصل نمود و ہنگام رخصت ذکر جہر بحلقہ اصحاب و تعویذ غفوری برائے جملہ امور بدست آورد، نعمت ہائے متوافرہ کہ از اکابر روزگار و اعاظم دیار و امصار بحضرت مخدوم جہانیاں رسیدہ بود نصیب وے گشت''۔ (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو لطائف اشرفی ج ۲ ص ۹۴، خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۵۷ تا ۶۳)۔

عرصہ کے بعد ایک طالب صادق کی مہک نے دماغ کو معطر کیا ہے اور ایک زمانہ کے بعد ایک فرزند رسول ﷺ کے دیدار نے مسرور کیا ہے۔ اے سلطان سید اشرف علیہ الرحمہ! بس جلدی کرو اور دربار شیخ میں بعجلت حاضر ہو، میرے بھائی حضرت شیخ علاء الحق والدین علیہ الرحمہ (۱) تمہارا انتظار کر رہے ہیں جب آپ نے اپنے برکات ونعمات سے آپ کو مالا مال کر دیا تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور منزلیں طے کرتے دہلی پہونچے۔ یہاں ایک ماہ صورت بزرگ ملے اور فرمایا کہ اے اشرف! دیکھو بڑی جلدی کرو، راستہ میں کہیں نہ ٹھہرو، میرے برادر حضرت شیخ علاء الحق والدین علیہ الرحمہ تمہارے بیحد منتظر ہیں۔ آپ دار السلطنت دہلی سے بھی نکل پڑے اور تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ راستہ میں بہار شریف ملا، جس دن آپ بہار شریف پہونچے تھے اُسی دن حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ (۲) کا وصال ہوا تھا۔ اختلاف روایات کی وجہ سے

---

(۱)...... سلطان المرشدین حضرت شیخ علاء الحق والدین قدس سرہ (المتوفی ۸۰۰ھ) حضرت شیخ سراج الدین عثمان مشہور باخی سراج قدس سرہ کے مرید اور خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت اخی سراج علیہ الرحمہ کو حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ نے سند خلافت دے کر "آئینۂ ہند" کا خطاب عطا فرمایا تھا (ملاحظہ ہو اخبار الاخیار، مراۃ الاسرار، اذکار ابرار، سیر الاولیاء، روضۃ الاقطاب وغیرہ)

حضرت اخی سراج علیہ الرحمہ ہی کے فیضان نظر کا یہ کرشمہ تھا کہ حضرت شیخ علاء الحق سلطان المرشدین کہلائے اور بصیرت ومعرفت کی اس منزل رفیع پر قیام پذیر ہوئے کہ مملکت سمنان کا سلطان (حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ) تخت شاہی کو ٹھکرا کر آپ کی بارگاہ بیکس پناہ میں جبین عقیدت کو جھکانے کے لئے پہونچ گیا۔ (اس سلسلے میں معارج الولایت اور خزینۃ الاصفیا بھی ملاحظہ ہو)

(۲)...... حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ بن اسرائیل منیری علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۸۲ھ) ہندوستان کے مشاہیر مشائخ اور اولیاء کبیر میں نمایاں اوصاف حمیدہ اور صفات صالحہ کے حامل تھے۔ بقول صاحب اخبار الاخیار "چہ احتیاج کہ کسی ذکر مناقب او کند" حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ آغاز سلوک کی منزل میں اصلاح نفس کی خاطر

یہ صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ بہار شریف قدم بوسی شیخ سے پہلے پہونچے تھے یا بیعت و ارادت کے بعد وہاں پہونچنا ہوا تھا مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس دن آپ بہار شریف پہونچے تھے اسی دن حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کو نور ولایت سے آپ کی آمد معلوم تھی اسی لئے سب خادموں اور وارثوں کو وصیت فرمائی تھی کہ ایک صحیح النسب سید فرزند رسول ﷺ تارک سلطنت اور ساتوں قرأتوں کا حافظ آرہا ہے۔ میرے جنازہ کی نماز وہی

دامن کوہ میں رہا کرتے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ اپنے ایک غلام فتوحا نامی کے ہاتھ کھانا بھیج دیا کرتی تھیں، لیکن آپ اپنی عبادت وریاضت میں اس قدر سرمست رہے کہ طعام دنیاوی کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا۔ (اذکار ابرار ص ۹۷)

ایسی غیر معمولی ریاضت شاقہ کے بعد حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ نے ایک خضر منزل کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس فرمایا جو منازل عرفانیات کا دانا بھی ہو اور بینا بھی۔ چنانچہ آپ حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ سے بیعت کے لئے دہلی روانہ ہوئے اور دہلی پہونچنے سے قبل ہی حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، لہذا آپ نے حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۳۳ھ) سے اجازت رشد وخلافت حاصل فرمائی (اخبار الاخیار ص ۱۱۸، خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۹۱) علاوہ ازیں ایک دوسری روایت بھی ہے کہ حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کے دہلی پہونچنے پر حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ باحیات تھے اور حضرت ہی کے حکم سے حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ، حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمہ کے کاشانۂ فیض پر حاضر ہوئے (اذکار ابرار ص ۹۸، لطائف اشرفی ج ۱ ص ۳۷۷) حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کو دیکھ کر پیر روشن ضمیر نے فرمایا کہ "برسوں سے یہ درویش تمہاری امانت تم کو دینے کے لئے منتظر ہے"۔ (اخبار الاخیار ص ۱۱۸، اذکار ابرار ص ۹۸، خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۹۱) حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ نے خلافت وارادت اور امانت روحانی حاصل کر لینے کے بعد اپنے وطن مالوف کی جانب مراجعت فرمائی اور ایک طویل عرصے تک خلق خدا کے لئے چشمۂ فیضان وہدایت بنے رہے۔ اس ضمن میں صاحب خزینۃ الاصفیا نے حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے منیر شریف تشریف لانے اور حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کے جنازے کی نماز پڑھانے کا ذکر بھی بالتفصیل کیا ہے لیکن اس کی زیادہ وضاحت حیات غوث العالم کے متن میں موجود ہے (نیز ملاحظہ ہو: لطائف اشرفی ج ۲ ص ۹۴، ۹۵)

حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کی تصانیف میں مکتوبات، معدن المعانی، ارشاد السالکین اور شرح آداب المریدین کو زیادہ شہرت ہے لیکن بقول صاحب الاخبار الاخیار "از جملہ تصانیف ومکتوبات مشہور تر ولطیف ترین"۔

پڑھاویں۔ چنانچہ لوگ منتظر تھے۔ ابھی ذرا سی دیر ہوئی تھی کہ شیخ جلائی نامی ایک بزرگ آبادی سے باہر آ کر تلاش کرنے لگے کہ کوئی آتا ہو۔ آپ بہار شریف پہونچتے ہی شہر میں داخل ہو گئے، شیخ جلائی نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ انھیں کی تلاش ہم کو ہے، دوڑ کر پوچھا کہ آپ سید ہیں۔ آپ نے بڑی عاجزی سے فرمایا کہ ہاں! اسی طرح سب علامتوں کو پوچھا جب سمجھ گئے کہ انھیں کے متعلق حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ نے امامت کی وصیت فرمائی ہے تو آپ کو حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کے خلفاء سے ملایا اور جنازہ کے پاس لے گئے۔ سب لوگوں نے آپ سے نماز پڑھانے کو کہا، پہلے تو آپ نے بطور انکسار انکار فرمایا اور پھر اصرار سے مجبور ہو کر نماز پڑھائی۔ جن محققین کے نزدیک بہار شریف کی آمد بیعت سے پہلے ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کے دفن سے فراغت ہوئی تو آپ کو بے چینی پیدا ہوئی اور خیال ہوا کہ شاید یہ میرے شیخ کا جنازہ تھا، اس خیال کی تائید ایک تو اس بات سے ہوئی کہ راستے میں سب بزرگوں نے جلد جلد سفر کرنے کی تاکید کی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا آخری زمانہ ہے۔ لہذا مجھ سے ضرور تاخیر ہوئی اور میں صحبت شیخ سے محروم رہ گیا دوسری تائید اس بات سے ملتی تھی کہ آپ کے خیال میں بہار شریف ملک بنگالہ کی آبادی تھی اور آپ کو معلوم تھا کہ میرا پیر و مرشد بنگال میں ہے اس خیال کا آنا تھا کہ آپ کا دل تڑپ اٹھا اور ماہی بے آب ہونے لگا، دماغ میں قیامت خیز صورتیں ہزاروں بنتیں اور مٹ مٹ جاتیں، جگر میں ایک ٹیس اٹھتی اور بے چین کر دیتی، آپ سوچنے لگے کہ جس یار کی خاطر ملک و دیار چھوڑا، اعزہ و اقرباء چھوٹے، تخت چھوٹا، وطن چھوٹا، راج چھوٹا، آہ آہ کہ آج وہ یار و دلدار چھوٹا، ہائے وہ چھوٹا جس کے لئے سب کچھ چھوٹا۔ یہ تو بہت دیکھنے میں آیا ہے کہ پیر صاحبان موٹے موٹے مریدوں

کی تلاش میں نکلتے ہیں اور نہ پانے پر غمگین ہو جاتے ہیں مگر مولانا السلطان علیہ الرحمہ اس خوبی میں اپنی مثال نہیں رکھتے کہ مال و دولت اور گھر بار کو تج کر پیر کی تلاش کو نکلے ہیں اور اس خیال سے کہ پیر نہیں ملا، صدمات کی گھنگھور گھٹائیں گھر کر سامنے آگئی ہیں۔

مولانا السلطان علیہ الرحمہ کی زندگی میں یہ پہلا دن تھا کہ غم کا بوجھل پہاڑ سر پر گرا تھا اور مصیبت کا خوفناک مجسمہ پیشِ نظر تھا۔ قریب تھا کہ قلبِ نازک پاش پاش ہو جائے اور گریبان کے ساتھ ساتھ جگر بھی چاک چاک ہو جائے کہ اسی حالت میں حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کی روحانیت آگئی اور فرمایا کہ فرزند اشرف! خاطر جمع رکھو تمہارا پیر اب تک جلوہ افروز مسندِ رشد و ہدایت ہے اور تمہارا انتظار فرما رہا ہے۔ اس خبر نے آپ کو نئی زندگی بخشی اور تمام بدن میں عید کی سی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور آپ قیام گاہ پر مطمئن تشریف لائے۔

اتنے میں خبر آئی کہ حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار سے حضرت کا ہاتھ نکل آیا ہے۔ قبر شریف کے کنارے کنارے عام و خاص کا ہجوم ہو گیا اور کسی کی سمجھ میں یہ معمہ نہیں آیا کہ کیوں ہاتھ نکلا؟ تمام خلفاء و مریدین متحیر تھے اور کوئی بات کی تہ کو نہیں پہونچتا تھا لوگوں نے آکر مولانا السلطان علیہ الرحمہ سے سارا حال عرض کیا اور کہا کہ حضور ہی فرمائیں کہ اس کا سبب کیا ہے؟ مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ کے پاس مردان غیب کی عطا کردہ ٹوپی تھی اور تم لوگوں کو وصیت فرما دی تھی کہ قبر میں اُس کو رکھ دینا مگر تم لوگ بھول گئے اُسی کو حضرت شیخ طلب فرما رہے ہیں سب نے کہا: ٹھیک ہے اور ٹوپی لے جا کر ہاتھ پر رکھ دی اُسی وقت ہاتھ قبر میں چلا گیا۔

آپ اُس رات کو حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ کے مقبرہ میں رہے حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوبات کو پڑھایا اور اپنے برکات سے مالا مال فرما دیا اور فرمایا کہ

میرا خرقہ سب سے لے لینا۔ صبح کو آپ نے سب سے کہا کہ خرقۂ شیخ مجھ کو دیدو خود شیخ نے مجھ کو عطا فرمادیا ہے۔ لوگوں کو اس میں ذرا رُکاوٹ ہوئی تو فرمایا کہ خرقہ کو حضرت شیخ کی قبر پر رکھ دو جس کے نصیب کا ہوگا وہ اٹھا لے گا۔ سب لوگ اس پر راضی ہوئے اور خرقہ لا کر مزار شریف پر رکھ دیا۔ پہلے مریدین و خلفا ایک ایک کر کے اٹھانے گئے مگر کسی سے نہ اٹھا، سب پسینہ پسینہ ہوگئے اور خرقہ اُن کے لئے گراں وزن پہاڑ بن گیا۔ آخر میں مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے ہاتھ بڑھا کر پھول کی طرح خرقہ کو اُٹھالیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں اُس خرقہ کو پہنا تو بدن پر ٹھیک اُترا اور آپ پر غلبہ وحال کا عجیب وغریب عالم طاری ہوا فی البدیہ یہ شعر فرمایا ۔

مرا بر سر چہ بود از لطف افسر　　بر آمد دست یارا خرقہ در بر

آپ اسی کیفیت میں سفر فرمارہے تھے کہ پنڈوہ شریف قریب آگیا جہاں حضرت سلطان المرشدین شیخ علاء الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ تھی اور جو اس سفر مبارک کی انتہا تھی۔ ابھی آپ پنڈوہ کی سرحد پر نہیں پہونچے تھے کہ حضرت سلطان المرشدین علیہ الرحمہ مجمع میں بار بار فرمانے لگے کہ جس کا انتظار میں دو برس سے کررہا ہوں وہ آج ہی کل میں پہونچنے ولا ہے۔ حضرت کو حضرت ابوالعباس خواجہ خضر علیہ السلام نے ستر (۷۰) مرتبہ آپ کی آمد سے باخبر کیا تھا ایک دن حضرت شیخ قیلولہ فرمارہے تھے جیسے ہی آنکھ کھلی فرمایا کہ دوست کی مہک دماغ میں آرہی ہے اُسی وقت محافہ (۱) جو حضرت شیخ کو اُن کے پیر مرشد سلطان الواصلین حضرت شیخ اخی سراج الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) سے ملا تھا اُس کے تیار کرنے کا حکم صادر فرمایا، اُس محافہ پر خود رونق افروز ہوئے

---

[۱] ...... ''آنرا بزبان بنگالہ سکھاسن میگویند'' (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۹۶)

[۲] ...... حضرت شیخ اخی سراج علیہ الرحمۃ (المتوفی ۷۵۸ھ) حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مرید صادق اور خلیفہ ارشد تھے حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ نے آپ کو ''آئینۂ ہند'' کا خطاب عطا فرما کر سرزمین بنگال کی اصلاح وحفاظت پر مامور کیا۔ حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے محبوب خلیفہ تھے۔

اور ایک دوسرا محافہ خالی اپنے ساتھ لے لیا اور آبادی پنڈوہ (۱) سے باہر تشریف لے جانے لگے حضرت شیخ کے چلتے ہی سب چھوٹے بڑے نیاز مند ساتھ ہو لئے اور تمام شہر میں غل مچ گیا کہ حضرت شیخ کسی بزرگ کے استقبال کو جا رہے ہیں۔ اس خبر نے عام اہل شہر میں جوش پیدا کر دیا اور لوگ جوق در جوق گھر سے نکل کر حضرت شیخ کے ہمراہ ہو لئے۔ یہ عظیم الشان ہجوم لئے ہوئے حضرت ایک سیمبھل کے درخت کے نیچے اُترے اور وہاں ٹھہر گئے۔ سامنے غبار سا نظر آیا، تھوڑی دیر کے بعد معلوم کیا کہ مسافروں کا قافلہ آ رہا ہے، حضرت شیخ نے ایک خادم کو قافلے میں دریافت حال کے لئے بھیجا اُس نے آ کر بیان کیا کہ ایک نورانی شخص ملک سمنان کے رہنے والے جن کا نام اشرف ہے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت شیخ خوش ہو گئے اور چند قدم آگے بڑھے اُدھر سے مولانا السلطان علیہ الرحمہ دوڑے اور شیخ کے قدم پر سر کو رکھ دیا۔ حضرت شیخ نے سر کو ہاتھوں سے اٹھا کر سینہ سے لپٹا لیا اور دیر تک سینہ سے لگائے رہے اس کے بعد مولانا السلطان علیہ الرحمہ سب لوگوں سے ملے اور حضرت شیخ کے سامنے باادب بیٹھ گئے اور عرض کیا:

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے بامیدی رسد امیدوارے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس امید کے لئے میں نکلا تھا اُس کو پا گیا۔

حضرت شیخ۔ فرزند اشرف! جس کے پاس تم پہونچنا چاہتے تھے وہ تمہارے ساتھ تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ تم کو آنکھ دیکھتے جدائی کی دشوار گذار گھڑیاں کاٹنی پڑیں۔

مولانا السلطان۔ (گردن جھکائے ہوئے)

فراق از خویشتن بنو دارادت چو رفت از دست می باید کشیدن
زیادت از سکندر بود مارا ہوائے آب حیواں را چشیدن

۱؎ پنڈوہ شریف (PUNDOOAH) صوبہ مغربی بنگال کی مشہور زیارت گاہ ہے جہاں ماہ رجب میں عرس کے موقع پر لاکھوں انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ کچھوچھہ شریف کے ریلوے اسٹیشن اکبر پور سے پنڈوہ شریف کا فاصلہ ۸۲۸ کیلومیٹر ہے۔

چوذرّہ در ہوائے روئے خورشید   بسر گردیدم از بہر رسیدن
توانیٔ زندہ کر دن مردہٗ را   کہ جاں درجسم بے جاں بردمیدن
تنِ بے جاں بعیسے دم رسیدہ   بعیسے دم بدم تا دم رسیدن

اے حضور مجھ پر جو گزری وہ تو گذر گئی اب قدم بوسی کی عزت نے گذشتہ مصیبتوں کو فراموش کردیا ہے۔

حضرت شیخ: جس دن تم سمنان سے نکلے تھے اُسی دن سے ہر ہر منزل پر میں تمہاری نگرانی کرتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تم کو اپنے پاس دیکھتا ہوں میری ساری محنت ٹھکانے لگ گئی اچھا اب چلو یہ میرا محافہ ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔

مولانا السلطان: حضور یہ نہیں ہوسکتا کہ آقا سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔

حضرت شیخ: خیر میری خاطر سے سوار ہو جاؤ۔

مولانا السلطان: حضرت شیخ کے اصرار سے مجبور ہو گئے اور محافہ میں بیٹھ کر حضرت شیخ کے ہمراہ چلے جیسے ہی خانقاہ نگاہوں کے سامنے آئی مولانا السلطان عبہ (رحہ محافہ سے بے اختیار کود پڑے اور حضرت شیخ کے سامنے سر جھکا کر عرض کرنے لگے۔

غزل

بارجناب دولت سر بر نہادہ ایم   رفت وجود بر سرایں درکشادہ ایم
ظلمات راہ گرچہ بریدیم عاقبت   تشنہ بر آب چشمۂ حیواں فتادہ ایم
بر شاہ راہ فقر نہادیم رُخ ولے   بر عرصۂ حریم چو فرزیں پیادہ ایم
سر برحریم حضرت حالی نہادہ رو   برروئے تو کشادہ وبردرستادہ ایم
اے برحریم عرش جناب تو ماز سر   پابر نہادہ ایم چہ برترنہادہ ایم

دارم امید مقصد عالی زدرگہت چوں دردیارغربت ازیں ہم زیادہ ایم
اشرؔف مس وجود خود آورد بہرِ زر از دولت حکیم چو اکسیر دادہ ایم

اے سرکارابداقرار! اب مجھ میں بیٹھے رہنے کی تاب نہیں ہے میں تو اسی گستاخی سے کٹا جاتا ہوں کہ جس زمین مقدس پر سر رکھنا چاہیے تھا وہاں پاؤں پر کھڑا ہوں، میں ایک غریب الوطن مسافر اس بارگاہ سے مراد لینے آیا ہوں، اور حق عظمت ادا کرنے سے معذور ہوں۔

حضرت شیخ نے اس غزل کو غور سے سنا اور مولانا السلطان علیہ الرحمہ کے سر کو اٹھا کر اپنی گود میں لے لیا اور ایک ہی نگاہِ کرم میں ساحلِ مقصود تک پہونچا دیا۔

حضرت شیخ نے خانقاہ پہونچ کر مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو اپنے پاس قریب بٹھالیا اور عبداللہ نامی خادم کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھاؤ۔ خدام پانی لے آئے اور حضرت شیخ کے ہاتھ کو دھلایا اس کے بعد حضرت شیخ نے مولانا السلطان علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ فرزند اشرف! اب دونوں جہاں کے اغراض ومطالب سے ہاتھ دھولو تا کہ لقاء اور وصل کا دسترخوان تمہارے لئے بچھایا جائے۔

مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے حضور خود اپنے سے ہاتھ پہلے دھو چکا ہوں جب تو فرشِ وصال پر آج بیٹھا ہوں غرض مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے ہاتھ دھویا اور پھر سب حضرات نے ہاتھ دھویا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے چنے گئے، حضرت شیخ نے اپنے مبارک ہاتھ سے چار نوالے مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو خود کھلائے جس کو متھ

حقیقتِ توحید : اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید کو قرآن وحدیث اور علماءِ اُمت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید' توحید اور شفاعت' شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت' ربوبیت عامہ اور خاصہ' صفاتِ الٰہی' عقیدۂ توحید اور جشنِ میلاد النبی ﷺ' عبادت اور تعظیم' عبادت اور استعانت' وحدت و توحید' بشریت وعبدیت مصطفٰی ﷺ......اس کتاب کے موضوعات ہیں۔ محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

میں کمال تعظیم سے مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے لے لیا۔ سب لوگ متحیر تھے کہ آج تک حضرت شیخ نے کسی کو اس طرح سرفراز نہیں فرمایا تھا۔ دستر خوان پر سب لوگ کھانا کھا رہے تھے اور مولانا السلطان علیہ الرحمہ جمال شیخ کا بیٹھے ہوئے نظارہ کر رہے تھے۔ آخر میں لوگ پکے ہوئے چاول لائے جو خاص طور پر پانی سے ٹھنڈے کیے گئے تھے اس کھانے کو اُس زمانے میں لوگ پن بھتہ (۱) کہا کرتے تھے حضرت شیخ نے چاول کو مولانا السلطان علیہ الرحمہ کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ کھاؤ اس سے شربت وصال کے پیاسوں کو بڑی تسکین ہوتی ہے اور پیاس بجھ جاتی ہے۔ جب کھانا ختم ہو گیا اور دستر خوان بڑھا دیا گیا تو پان کی گلوریاں آئیں حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے پے در پے مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو چار گلوریاں کھلائیں۔

جب اس سے بھی فراغت ہوئی تو حضرت شیخ نے مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو حسب معمول بزرگان مرین کیا اور اپنے ہاتھ سے اُن کے سر پر اپنا تاج رکھ دیا اُسی وقت مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے یہ اشعار فرمائے۔ قطعہ

جہادہ تاج دولت برسرِ من   علاء الحق والدین گنج نابات
زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد   بر آور دہ مرا از چاہ آفات

بیعت کے بعد لوگوں نے مبارک، سلامت کا آوازہ بلند کیا، مولانا علی علیہ الرحمہ نے جو حضرت شیخ کے جلیل القدر خلیفہ تھے فی البدیہہ یہ اشعار میں اس طرح مبارکباد دی کہ

مرید عشق را از پیر ارشاد   جہاں آمد مبارکباد کردہ
در آوز دہ بسر قید ارادت   زبند روز گار آزاد کردہ

۱؎...... آج بھی اس کھانے کا رواج بنگال میں عام ہے اور پنڈوہ شریف تیز اس کے مضافات میں تو خصوصیت کے ساتھ اس کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ راقم الحروف کو اکثر ایسے لوگوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جو پن بھتہ کو "غذائے جسمانی و روحانی" دونوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

جہانگیر

سچ ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہو رہتا ہے اُس کا اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ مولانا السلطان علیہ الرحمہ کا اللہ والا ہونا اُسی دن دنیا کو معلوم ہو گیا تھا جبکہ شاہی اقتدار کو آپ نے ٹھوکر ماردی تھی اور تخت سلطنت کو لات مار کر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اب خدا خدا کر کے وہ دن آیا کہ مولانا السلطان علیہ الرحمہ اُس بڑی سرکار میں پہونچے جہاں کی آستانہ بوسی کی آرزو نے حکومت سے متنفر کر دیا تھا۔ راہِ طلب کی کوئی دشوار گذار گھاٹی نہ تھی جس کو آپ نے بخوشی طے نہ فرمایا ہو اور امتحان کا کوئی شعبہ نہ تھا جس میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل نہ کی ہو اور اب اس کا وقت آ گیا تھا کہ اس برگزیدہ اور کامیاب ہستی کو اعلیٰ سند عطا فرمائی جائے اور تخت سمنان سے باز آنے والے مقدس وجود کو تمام جہاں پر اقتدار عطا ہو یعنے اُس بلند و بالا سرکار سے جس کے جذبات عقیدت نے مولانا السلطان علیہ الرحمہ میں للّٰہیت کا جوش پیدا کیا تھا حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے موافق پھر مولانا السلطان علیہ الرحمہ کا سر اقدس شاہی تاج سے مزین کیا جائے اور شاہی خلعت سے جسمِ مبارک کو آراستہ کیا جائے اور پیادہ پائی کے بجائے قدم قدم پر سواری مہیا کی جائے مگر تاج وہ نہ ہو جس کی زینت کا مدار اینٹ پتھر پر ہو اور لباس وہ نہ ہو جو گُھنگی اور بوسیدگی سے غیر مطمئن ہو اور سواری ایسی نہ ہو جو انتظام طلب ہو بلکہ تاج نورانی اور خلعت ربانی اور سواری میں گردنہائے انسانی ہوں چنانچہ جب مولانا السلطان علیہ الرحمہ بیعت سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ ان کو ساتھ لے کر ایک حجرہ میں تشریف لے گئے۔ صرف ایک تخلیہ میں تمام نعمتوں سے مالا مال فرمادیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ باہر تشریف لائے اور پھر کچھ ٹھہر کر حجرہ میں تشریف لے گئے، دیکھا تو مولانا السلطان علیہ الرحمہ

پر عجیب وغریب کیفیت طاری تھی۔ اُسی وقت حضرت شیخ نے مولانا السلطان علیہ الرحمہ کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لے کر باہر تشریف لائے اُس وقت مولانا السلطان علیہ الرحمہ کا چہرہ آفتاب سے زیادہ چمک رہا تھا۔ حضرت شیخ نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھادیا اور خود تبرکات کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور خرقہ وغیرہ تمام تبرکات جو مشائخ کرام سے آپ کو ملا تھا ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے اور سب لوگوں سے فرمایا کہ یہ وہ تبرکات ہیں جو مجھ کو مشائخ عظام سے ملے ہیں، برسوں سے یہ سب چیزیں بطور امانت میرے پاس رکھی تھیں اب ان تبرکات کا حقدار آگیا ہے لہذا میں ان نعمتوں کو اُن کے حوالے کرتا ہوں۔ سب نے عرض کیا حضور سے بڑھ کر اس کو کون جان سکتا ہے۔ حضرت شیخ نے اُس خرقہ مبارکہ کو جو حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) نے حضرت خواجہ اخی سراج الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عطا فرمایا اور ان سے حضرت شیخ کو ملا تھا نیز دوسرے تمام تبرکات کو مولانا السلطان علیہ الرحمہ کے سپرد فرمادیا۔

اس موقع پر سلسلۂ واقعات میں اس امر کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا کہ جس دن مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو یہ تبرکات عطا ہوئے تھے ایک فقیر آیا اور مانگنے لگا مولانا السلطان علیہ الرحمہ کا دست جود عطا کب سائل کو محروم پھیر سکتا تھا اسی وقت حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرقہ اس فقیر کو عطا فرمادیا لوگوں نے اس پر بڑا غل مچایا کہ

---

۱ ...... حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہ (المتوفی ۷۲۵ھ) کی برگزیدہ شخصیت خانوادۂ چشتیہ کی اشاعت وتوسیع کے لئے ایک نعمت عظمیٰ تھی۔ تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کا شمار محبوبان ومقربان بارگاہِ الٰہی میں ہوتا ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے سارا ہندوستان مملو ہے۔ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ حضرت شیخ فرید الحق والدین گنج شکر اجودھنی قدس سرہ (المتوفی ۵۸۵ھ) کے خلیفہ نامدار، محرم اسرار اور محب باوقار تھے۔ (لطائف اشرفی، مراۃ الاسرار، اخبار الاخیار، نفحات الانس، فوائد الفواد، افضل الفوائد، تاریخ فیروز شاہی، تاریخ فرشتہ، صحائف اشرفی، سیر الاولیاء وغیرہ)

تبرک کی بڑی بے قدری کی اور عطیہ مشائخ کی عزت نہ کی بعضوں نے بطور شکایت حضرت شیخ سے جا کر عرض کیا کہ مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے خرقہ نظامیہ کو ایک فقیر کو دے دیا اور بڑی بے پرواہی برتی ہے، شیخ نے فرمایا کہ درویش کامل کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا تم لوگ جا کر خود اُن سے پوچھو سب لوگ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آج شیخ نے تمام اصحاب میں صرف آپ کو منتخب فرما کر نعمات عالیہ سے مشرف فرمایا اور وہ تبرکات جس کی زیارت کے لئے ہم لوگ مشتاق رہتے تھے آپ کو عطا فرما دیا مگر آپ نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور خرقہ نظامیہ کو ایک فقیر کو دے ڈالا، آخر یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ غالباً اتنا سمجھ لینا کسی پر دشوار نہیں ہے کہ خرقہ شیخ عین شیخ نہیں ہے بلکہ غیر شیخ ہے اور میں طالب شیخ ہوں غیر کو نہیں چاہتا۔ تم لوگوں کو غیر کی زیارت کا شوق تھا اور میں نے غیر کو دے کر یہ ظاہر کیا ہے کہ مجھے صرف عین چاہیئے (۱)

مصرعہ : فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اس جواب سے لوگ ساکت ہو گئے اور راہِ طلب میں اعلیٰ جذبہ کو سب نے محسوس کیا۔

غرض حضرت شیخ نے تمام تبرکات مولانا السلطان علیہ الرحمہ کو مرحمت فرمائیے اور مولانا السلطان علیہ الرحمہ اس کے بعد خدمت شیخ کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ یوں تو مولانا السلطان علیہ الرحمہ خدمت شیخ میں بارہ سال رہے مگر پہلی مرتبہ مسلسل چار برس (۲) تک آپ وہاں رہے اس عرصہ میں بارہا آپ نے درخواست کی کہ کوئی خدمت میرے ذمہ کی

۱؎...... حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کے اس صالح نقطہ نظر اور فکر و بصیرت میں آج بھی ہمارے لئے بہترین تعلیم و ہدایت مضمر ہے جسے عمل میں لا کر بہت ساری پیچیدگیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ خدا کرے کہ خانوادۂ اشرفیہ کے افراد ذیشان کو اپنے جد اعلیٰ علیہ الرحمہ کی عظمتِ فکر و عمل کا صحیح احساس ہو جائے۔

۲؎...... لطائف اشرفی ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے "در ملازمت حضرت مخدومی چہار سال کامل گذرانند" لیکن اسی کے آگے ص ۱۰۰ پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ "دیگر دو سال دریں مبالغہ رفتہ" اس لحاظ سے پنڈوہ شریف میں پہلا قیام چھ (۶) سال پر مشتمل ہے۔

جائے مگر حضرت شیخ نے کوئی خدمت نہ لی اور فرماتے رہے کہ فرزند اشرف! میں تم سے کون سا کام لوں جو کام تمہارے سپرد کروں گا اس کو خود حضرت ابوالعباس خواجہ خضر آ کر کریں گے۔ جس دن میں نے تم کو خرقہ وغیرہ دیا تھا تو خواجہ خضر نے پہلے ہی سے آ کر تمہارے متعلق اس قدر مجھ سے کہا کہ میں کیا کہوں۔ حضرت شیخ کو اس کی بڑی تمنا تھی کہ مولانا السلطان علیہ الرحمہ کے لئے کوئی لقب تجویز فرمائیں مگر آپ کو اسی کا انتظار رہتا تھا کہ غیب سے کوئی خطاب ہو۔ مولانا السلطان علیہ الرحمہ کی آمد کے چوتھے سال ایک شب کو جو شب برات تھی حضرت شیخ اپنے وظائف واوراد کے معمولات سے فارغ ہو کر خلوت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک مراقبہ فرمایا یہاں تک کہ سحر کا وقت آ گیا اور در و دیوار سے آواز آنے لگی کہ ''جہانگیر، جہانگیر'' آپ نے سمجھ لیا کہ یہ آسمانی خطاب عطا ہوا ہے ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ فرزند اشرف کو خطاب جہانگیری مرحمت فرمایا گیا ہے۔ مولانا السلطان علیہ الرحمہ دوسرے حجرہ میں تھے، صبح کو جب نماز فجر کے لئے نکلے اور نماز پڑھی تو حضرت شیخ نے حسب معمول بعد نماز فجر سب سے مصافحہ فرمایا اور سب لوگ آپس میں مصافحہ کرنے لگے اُس دن جو مولانا السلطان علیہ الرحمہ سے مصافحہ کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ خطاب جہانگیری مبارک ہو اسی وقت مولانا السلطان علیہ الرحمہ نے فرمایا:

قطعہ

مرا از حضرتِ پیر جہاں بخش خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
کنوں گیرم جہاں معنوی را کہ فرماں آمد از شاہم جہانگیر

اس چار برس کی خدمت شیخ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ ۲۷ر رمضان المبارک کی رات کو حضرت شیخ نے فرمایا کہ فرزند اشرف کوئی نعمت ابتدائی اور انتہائی میرے پاس نہ تھی جسے تم کو نہ دیا ہو بس سمجھ لو کہ اب میں بالکل تم کو لبریز کر کے خشک ہو گیا ہوں۔

کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں چند درویش نما لوگوں نے خطاب جہانگیر پر چہ میگوئیاں شروع کیں اور کمال جرأت سے خود آکر اعتراض کیا کہ آپ کا لقب جہانگیر کیوں ہے، کیا آپ دنیا بھر کے اولیاء اللہ سے بڑھ کر ہیں، جو لقب کسی کو نہ ملا وہ آپ کو کیسے ملا، اس میں غرور ونخوت کی بو آتی ہے۔ آپ نے پہلے موعظہ حسنہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ عطیہء شیخ ہے، یہ بھی سمجھا دیا کہ تم لوگ مراتب ولایت سے نا آشنا ہو کیوں اس بحث میں پڑتے ہو مگر نہ سمجھنے والے کو کوئی کیا سمجھا سکتا ہے، معترض کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا اور زباں درازی بڑھتی گئی۔ حضرت پر جلال کا غلبہ ہوا نظر قہر ڈال کر فرمایا کہ تم اتنا سمجھنے سے عاجز ہو کہ میں جہانگیر ہوں اب میں تم کو دکھا دیتا ہوں کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جانگیر بھی۔ اس ارشاد کے ساتھ ساتھ معترض ونکتہ چین کی جان نکل گئی سچ ہے (۱)

خاصان خدا خدا نباشند　　لیکن زخدا جدا نباشند

سفر ہند، تلاش خانقاہ و مزار ظفر آباد

حضرت شیخ کی خدمت میں مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو جب رہتے رہتے چار برس ہو گئے اور مرتبہء ولایت میں آپ کا درجہ بلند و بالا ہو گیا تو ایک دن حضرت شیخ نے فرمایا

---

(۱)...... خزینۃ الاصفیاء میں مقام واقعہ روح آباد (کچھوچھا شریف) ظاہر کیا گیا ہے اور معترض کا نام علی قلندر بتلایا ہے جو اپنے ہمراہ پانچ سو قلندروں کو لے کر حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ کی مجلس میں بے ادبی کے ساتھ پہونچا اور جس نے اپنی لاطائل باتوں سے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے مزاج لطیف میں تکدر پیدا کر دیا تھا۔ بیان روایت میں صاحب غوث العالم سے کوئی خاص اختلاف نہیں البتہ علی قلندر کے مرجانے کے بعد صاحب خزینۃ الاصفیاء رقمطراز ہیں کہ "غریو از اہل مجلس برآمد وہمراہیاں علی قلندر سر در پائے آنحضرت آوردہ مرید شدند"

(خزینۃ الاصفیاء ج۱ص ۳۷۶)

مذکورہ روایت کے تقابلی مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف تذکرہ نگاروں نے اپنے مخصوص اسلوب بیان اور انداز فکر کے ساتھ روایتیں نقل کی ہیں اور ان میں کوئی معنوی تصادم یا اختلاف نہیں البتہ کوئی روایت کس تفصیل کا اجمال ہے اور کوئی کسی اجمال کی تفصیل، کسی روایت میں کم وضاحت ہے اور کسی میں نسبتاً زیادہ۔

کہ فرزند اشرف مثل مشہور ہے کہ دو شیر ایک جنگل میں اور دو تلواریں ایک میان میں اچھی طرح نہیں رہتیں۔ اب مجھے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے واسطے کسی مقام کو تجویز کروں جہاں تم جا کر لوگوں پر آفتاب ہدایت روشن کرو اور بے دست و پا لوگوں کی دستگیری کرو۔ تمہاری خدمت سے نادان لوگ دانا ہو جائیں اور گمراہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے حضور وطن چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کی، گھر بار چھوڑ کر سفر کی کلفت کو پسند کیا، ماں، بھائی، عزیز و اقارب، دوست و احباب، دھن دولت سب کو چھوڑا تو صرف اس لئے کہ حضور کے قدموں سے لگا رہونگا یہ مدّعا نہ تھا کہ جس سرکار کے لئے سب کچھ چھوڑا اس کو بھی خدانخواستہ چھوڑوں گا۔ اسی وقت یہ اشعار حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمائے۔

ابیات

کسے کز دولت توفیقِ یزداں   بریدہ از دیار کامرانی
کشیدہ پائے از اورنگ شاہی   در یدہ پردہ وصل یارجانی
شراب فرقتِ یاراں کشیدہ   شکستہ جام عیش زندگانی
نہادہ پائے در صحرائے غربت   کشیدہ دست از قاصی ودانی
بسر پیمودہ ایں بیدائے محنت   رسیدہ در حریم یار جانی
برائے آنکہ از خاک دو پایت   کشد چوں سرمہ در چشم عیانی
نگر دم ازدرت یک طرفۃ العین   جدا از خاک درگاہِ جہانی
مرا از درگہِ عالی خدارا   مران اے سایۂ انسے وجانی
منم چوں سایہ و تو ہمچو شخصے   چرا ایں سایہ را از شخص رانی
نگردد ظل منِ از شخص ممتاز   گردش از تیغ صد بارم برانی
بدرگاہ تو اشرف گر بود خاک   بہ از جمشیدی وکیخسروانی

حضرت شیخ نے مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے اس اصرار کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کہ فرزند اشرف! یہ کون کہتا ہے کہ تم مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ میں خود تم کو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا مگر ظاہری آنکھوں سے اوجھل رہنے میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے اس کی حکمت سے تم خبردار نہیں ہو مگر میرا کہنا تم کو مان لینا چاہئے۔ مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے جب یہ سنا تو زیادہ اصرار کو بیجا خیال فرمایا اور مجبور ہو کر سرِ تسلیم جھکا دیا۔ حضرت شیخ کا منشا تھا کہ آپ کو اطراف جونپور کی طرف بھیجیں چنانچہ طے فرمایا کہ رمضان شریف تو پنڈوہ شریف ہی میں گذرے اور عید کے دن سفر ہو۔ چنانچہ جب عید آئی تو حضرت شیخ نے طرح طرح کے لباس آپ کو پہنائے اور نقارہ وعلم وغیرہ ساتھ کر دیا۔ آبادی کی آبادی اس منظر کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑی اور قیامت کا نقشہ کھینچ گیا۔ حضرت شیخ نے جب سامنے آ کر کلماتِ رخصت فرمائے تو حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ حضور مجھ کو جونپور بھیج رہے ہیں اور وہاں ایک شیر بھی (۱) رہتا ہے حضرت شیخ نے فوراً مراقبہ فرمایا اور اتنی دیر ہوئی کہ گویا شیر کو پکڑ کر جنگل سے لے آئے پھر سر کو بلند فرما کر ارشاد فرمایا کہ فرزند اشرف تم اس شیر سے نہ ڈرو وہاں تم کو ایک ایسا بچہ (۲) ملے گا جو شیر کے لئے کافی ہوگا اور مقام ظفرآباد میں تم کو پہلی فتح حاصل ہوگی اس کے بعد مخدوم صاحب علیہ الرحمہ جونپور کی طرف چل دیئے۔ حضرت شیخ نے کسی قدر مشایعت فرمائی پھر ایک جگہ نشست فرمائی اور مخدوم صاحب علیہ الرحمہ سفر کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ اونٹ، گھوڑے سواری کے لئے بہت زیادہ تھے چلتے چلتے آپ کا دوبارہ قصبہ منیر شریف میں گذر ہوا، بعض محققین کا خیال ہے کہ منیر شریف میں یہ پہلی آمد تھی اور اسی آمد میں حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمہ

---

(۱)...... یہ اشارہ حضرت مخدوم شیخ صدالدین چراغ ہند علیہ الرحمہ کی جانب ہے۔

(۲)...... اس کے مشار الیہ حضرت شیخ کبیر سرور پوری ہیں۔

کے جنازے کی شرکت فرما کر نماز میں امامت فرمائی تھی اور تبرکات و خرقہ حاصل فرمایا تھا بہر حال اس قصبہ میں شیخ ثمن اُرْ وَلی ایک صاحب تھے اُنھوں نے آپ کے سامانِ سفر کی شوکت کو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ درویشوں کو ان سواریوں کی کیا ضرورت ہے، حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو اس دلی خطرہ سے خبر ہوگئی فرمایا کہ یہاں میں نے ان جانوروں کے باندھنے کی کیل کو زمین میں پیوست کیا ہے اپنے دل میں نہیں کیا ہے اور حضرت ابوسعید ابوالخیر کا یہ قطعہ پڑھا۔

غرض از حاصل کار است ای یار بہر نوعے کہ ظاہر ہست گو باش
بہر کس نیست لازم راہ تجرید چو او آنِ تو شد تو آن او باش

غرض یوں ہی سفر کرتے اور گرم و سرد زمانہ ملاحظہ فرماتے ہوئے آپ کا قافلہ ظفرآباد (متصل جونپور) پہونچا۔(۱) ساتھیوں نے عرض کیا کہ قیام کہاں فرمایئے

---

(۱)...... ظفرآباد پہونچنے سے قبل حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے قصبہ محمد آباد گہنہ میں جواب ضلع اعظم گڑھ میں ہے، قیام فرمایا تھا، وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کی ایک کتاب ''مناقب اصحاب کاملین ومراتب خلفاء راشدین'' میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب نسبتاً زیادہ تھے۔ چنانچہ مقامی علماء معترض ہوئے اور حضرت پر رفض کا الزام لگایا۔ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ نے افہام وتفہیم کی ہر ممکن صورت اختیار فرمائی لیکن قاضی احمد جو علماء معترضین کے صدر تھے، مفاہمت کے لئے راضی نہ ہوئے اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے خاطی ہونے پر فتویٰ صادر کردیا جائے۔ مخالف علماء نے دوسرے دن جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد حضرت سے تعرض کرنے کا پروگرام بنایا اور جب یہ خبر حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کو ملی تو بے حد آزردہ خاطر ہوئے۔ دوسرے دن جب جمعہ کا وقت آیا تو طوفان نوح والی بارش ہونے لگی، لہذا کوئی شخص جامع مسجد نہ پہونچ سکا۔ اسی اثناء میں علمائے معترضین کی جماعت میں بھی تفرقہ پڑگیا اور سید خاں نامی ایک فاضل ودانشمند نے اپنی غیر معمولی ذکاوت اور فہم وفراست سے علماء کے سارے اعتراضات کی دھجیاں اڑادیں اور جامع العلوم کی اس عبارت ''اَلنَّاسُ اَبْنَاءُ الدُّنْيَا وَلَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلٰى حُبِّ اَبَوَيْهِ وَيُمْدَحُ بِهِمَا '' سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے ایک سید کو مناقب علی رضی اللہ عنہ کا جائز حقدار قرار دے کر علمائے معترضین کو دم بخود بنادیا۔ اس طرز عمل سے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ بہت مسرور ہوئے اور سید خاں نیز ان کی اولاد کے لئے دعائیں فرمائیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لطائف اشرفی ج ا ص ۱۸۔ ۱۹ اور خزینۃ الاصفیا)

گا۔ ارشاد فرمایا کہ معمول کے موافق مسجد میں چل کر ٹھہرو چنانچہ ظفر خاں کی مسجد میں سب لوگ اُترے، سامان کو اُتار کر مسجد میں رکھا اور جانوروں کو صحن مسجد میں لاکر باندھ دیا گیا۔ لوگوں نے اس نئی بات کو دیکھ کر بڑا غل مچایا اور کہنے لگے کہ عجیب درویش ہیں کہ پڑھے لکھے ہو کر جانوروں کو مسجد میں باندھ رکھا ہے۔

دو تین طالب علموں کو شوخی سوجھی اور تیار ہوئے کہ آپ سے آکر اس بارے میں گفتگو کریں جب حاضرِ خدمت ہوئے تو تھوڑی دیر چپ بیٹھے رہے۔ کیا دیکھا کہ سواری نے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی طرف کچھ اشارہ کیا آپ نے فرمایا کہ اس کو باہر لے جاؤ یہ پیشاب کرنا چاہتا ہے اتنے میں دوسرے گھوڑے نے کچھ اشارہ کیا فرمایا کہ اس کو بھی باہر لے جاؤ یہ لید کرے گا اسی طرح چند جانور باہر گئے اور فارغ ہوئے۔ آپ نے طالب علموں سے فرمایا کہ مسجد میں جانوروں کے آنے کی ممانعت اسی لئے تو ہے کہ مسجد میں کثافت نہ پھیلائیں اور ہمارے جانور اس عیب سے پاک ہیں لہذا شرط مفقود ہے پھر بھی ادب یہی ہے کہ مسجد میں جانور نہ رکھیں مگر مشکل یہ ہے کہ ہم لوگ مسافر ہیں اپنے جانوروں کی نگرانی سے معذور ہیں اسی لئے سامنے باندھ لیا ہے امید ہے تم لوگ بھی ہمارے عذر کو خیال کرو گے۔

طالب علموں نے یہ دیکھ سن کر واپسی کو مناسب خیال کیا اور لوٹ آئے۔ اسی ظفر آباد میں یہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کہ بھانڈوں نے براہ تمسخر ایک جنازہ بنایا اور ایک بھانڈ کو اس میں لٹا کر سمجھا دیا کہ جنازہ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے پاس لے چلتا ہوں جب وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوں اور اللہ اکبر کہیں تو نکل کر ہنسو تا کہ ہم سب لوگ مضحکہ اڑائیں۔ بھانڈوں میں یہ جرأت بدقسمتی سے خود پیدا ہوئی تھی یا در پردہ کسی

نے شہ دی تھی اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بہر حال مصنوعی جنازہ لئے وہ لوگ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ حضور جنازہ حاضر ہے نماز پڑھا دیجئے آپ نے اپنے ایک ہمراہی سے فرمایا کہ اجازت لے کر نماز پڑھا دو اُنھوں نے وارث سے تین مرتبہ اجازت لی اور جنازہ کی نماز شروع کر دی، بھانڈوں کو انتظار رہا کہ اب مصنوعی مردہ نکل کر ٹھٹھا مارتا ہے اور وہاں اللہ اکبر کہتے ہی مصنوعی مردہ واقعی مردہ ہو گیا۔ نماز ختم ہوگئی تو مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے ہمراہی نے فرمایا کہ جنازہ لے جاؤ اور مردہ کو دفن کر دو دیکھا تو واقعی اس کو مردہ پایا اور اس واقعہ کا تمام شہر میں شہرہ ہو گیا لوگ جوق در جوق دربار میں آنے لگے اور چھوٹا بڑا قدمبوسی پر ٹوٹا پڑتا تھا۔ (۱) اس غیر معمولی شوکت دربار کو حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ (۲) نے اچھی نظر سے نہ دیکھا، پھر دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ قصبہ سرور پور کے ایک بزرگ حضرت شیخ کبیر (۳) نے فراغت علمی کے بعد

---

۱ ...... خزینۃ الاصفیا ج ۱ ص ۳۷۴ میں معارج الولایت کے حوالے سے مذکورہ بالا حکایت درج ہے اور بیان واقعہ میں بری حد تک مماثلت اور یکسانیت ہے لیکن اس عبارت "خدام را نیز ہمراہ خود گرفتہ بر سر جنازہ تشریف آورد و خود امام شدہ تکبیر نماز گفت بجز دو تکبیر حضرت میر ملک الموت روح آں شریر قبض کرد" سے یہ فرق بھی واضح ہوتا ہے کہ خود حضرت مخدوم علیہ الرحمہ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس خاص عمل میں حضرت کے کسی خادم یا ہمراہی کا کوئی دخل نہ تھا۔

۲ ...... حضرت مخدوم شیخ صدالدین چراغ ہند علیہ الرحمہ، حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۳۵ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ نے اپنے پیر مرشد کے حکم سے ظفرآباد میں سکونت اختیار فرمائی اور ایک عرصے تک مجاہدے و مکاشفے میں معروف رہے۔ بقول صاحب خزینۃ الاصفیا" صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند بود" بلاشبہ آپ کی متعدد کرامتوں نے صدہا انسانوں کے قلوب کی تسخیر کی اور ہزاروں بندگان خدا راہ راست پر آ گئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، تاریخ شیراز ہند جون پور ص ۹۲۵ تا ۹۲۹)

۳ ...... حضرت شیخ کبیر سرور پوری علیہ الرحمہ (خزینۃ الاصفیا میں سرہر پوری لکھا ہے جو صحیح نہیں) حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے چہیتے مرید اور خلیفہ تھے۔ لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۳ میں ہے کہ "حضرت شیخ کبیر سرور پوری کہ از مخلص اصحاب و مکمل خلفاء ولایت مآب حضرت قدوۃ الکبری (یعنی حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ) اند" حضرت شیخ کبیر علیہ الرحمہ شہر کے امرائے نامدار میں شمار کئے جاتے تھے اور اسی کے ساتھ علوم ظاہری کی دولت سے بھی بھرپور تھے۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۳۷۴، لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۰۲)

راہ طلب وسلوک کی جستجو شروع کردی تھی اور ہمیشہ مرشد کامل اور رہبر برحق کی تلاش میں رہتے تھے ایک رات کو خواب دیکھا تھا کہ نورانی بزرگ جن کے سرخ بال ہیں آئے ہیں اور مرید کرلیا ہے صبح کو اٹھ کر خیال کیا کہ اس ملک پر حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ کی ولایت کا اثر ہے ممکن ہے کہ رات کو خواب میں انھیں کا جلوہ دیکھا ہو چنانچہ شیخ کبیر ظفرآباد کو چل کھڑے ہوئے اور حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر جو شکل خواب میں دیکھی تھی اُس کو نہ پایا چنانچہ اسی فکر اور سوچ میں کچھ دنوں ظفرآباد میں ٹھہر گئے یہی زمانہ تھا جب کہ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کا آوازہ ظفرآباد میں بلند ہو رہا تھا اور گلی گلی، کوچہ کوچہ آپ کے ذکر مقدس سے گونج رہا تھا آپ اکثر مسجد ظفر خاں میں ساتھیوں سے فرماتے رہتے تھے کہ ایک دوست کی مہک دماغ میں آرہی ہے مگر وہ آنے میں جلدی نہیں کرتے، لوگوں کے غیر معمولی رجحان کو دیکھ کر شیخ کبیر علیہ الرحمہ کے دل میں آئی کہ ان مسافر درویش کی زیارت کرنی چاہئے چنانچہ وہ مسجد ظفر خاں کو چلے۔

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نماز اشراق پڑھ کر ساتھیوں میں تشریف فرما تھے ابھی شیخ کبیر علیہ الرحمہ دور ہی سے دکھائی پڑے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ جس دوست کے بارے میں تم لوگوں سے میں کہا کرتا تھا وہ آگیا خادم نے اُن کے پہونچنے سے پہلے ہی روٹی اور شربت تیار کر کے رکھ لیا۔

شیخ کبیر علیہ الرحمہ نے کسی قدر فاصلہ سے ہی حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے جمال حق نما کو دیکھ کر پڑھا کہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور قدم مبارک پر اپنا سر ڈال کر عرض کیا: مصرع یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم

اور فورا مرید ہوئے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے اُن کو داخل سلسلہ فرمایا اور دست

مبارک سے نان وشربت کھلایا پلایا اورانہوں نے فی البدیہ یہ فرمایا:

قطعہ

اگر چہ خضر ساں در راہ وصلت   عناں را در رہِ ظلمات خوردیم
ولے بعد از چشیدن آب ہر جا   کنوں بر آب حیواں راہ بردیم

بیعت وارادت کے بعد حضرت شیخ کبیر علیہ الرحمہ نے حاضرین سے مصافحہ کیا سب نے ان کو مبارکباد دی۔ اس واقعہ کی خبر گلی گلی پھیل گئی جب اس کو حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ نے سنا تو پسند نہ کیا کہ جو شخص کل میرے پاس مرید ہونے آیا تھا وہ آج وہاں جاکر داخل سلسلہ ہوگیا بشریت کے تقاضے سے شیخ کبیر علیہ الرحمہ کی جانب سے کشیدگی دل میں آگئی اور حالت جلال میں فرمادیا کہ کبیر جوانی ہی میں مرجائے گا۔ حضرت شیخ کبیر کو اسی وقت معلوم ہوگیا کہ حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ جلال فرمارہے ہیں، خود حضرت مخدم صاحب علیہ الرحمہ کو اس حالت کی اطلاع ہوگئی فرمایا کہ فرزند کبیر! تم کچھ نہ ڈرو کہ کبیر و ضعیف ہوکر تم مروگے ہاں تم جو کہہ دوگے اُس میں وہ خود مبتلا ہوں گے۔ حضرت کبیر علیہ الرحمہ نے عاجزانہ عرض کیا کہ میں اُن کو کیا کہوں بس جو کچھ انہوں نے مجھ کو کہا ہے وہی اُن کو نصیب ہو۔ مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے شیخ کبیر کے اس ادب کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ مشیت الٰہی واقع ہوچکی چنانچہ دونوں کا کہا پورا ہوا۔ شیخ کبیر پچیس (۲۵) برس کی عمر میں بوڑھوں کی طرح ہوگئے اور پیر و ضعیفی کے آثار ظاہر ہوگئے اور اُن کے انتقال سے پانچ سال پہلے ہی حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ کا چراغ ہدایت گل ہوگیا۔

القصہ حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ کی کشیدگی بڑھتی گئی اور بالآخر وہ آمادہ ہوئے کہ زور تصرّف سے سب کو دبادیں۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ مسجد میں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایکبارگی معلوم ہوا کہ مجلس میں آگ بھڑک اٹھی ہے، پہلے تو لوگوں نے

برداشت کیا آخر جب تاب نہ رہی تو ایک ایک کر کے سب مسجد سے نکل پڑے۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ یہ تو صرف چراغ کی گرمی ہے جس کو ٹھنڈا کر دینا بالکل آسان ہے، سامنے لوٹا رکھا تھا فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لے کر چھینٹا دے دو چراغ بجھ جائے گا۔ یہاں پانی کا چھڑکنا تھا کہ حضرت حاجی چراغ ہند علیہ الرحمہ پانی میں ڈوب گئے اور بڑی مصیبت اٹھائی اور بزرگوں کی روحانیت سے فریاد کرنے لگے یہاں تک کہ مرتبہ بہ مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ ایک تمہارا نو مہمان دوسرے میرا فرزند تھا تم نے خود اچھا سلوک نہیں کیا، تم جا کر اُن سے معافی مانگو اور ارواح طیبہ بزرگان نے آ کر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہاں رہنا سہنا نہیں ہے نہ مجھ کو حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ سے کوئی تعصب ہے البتہ انہوں نے حملہ کیا اور ہم بچتے رہے، ارواحِ پاک نے سفارش کی کہ اب اُن کی غلطی سے باز آؤ اور بالفعل دریائے گونتی سے ادھر کا حصہ اُن کے لئے رہنے دو غرض اس گفتگو پر صلح ہوگئی اور حضرت چراغ ہند علیہ الرحمہ کا دل بالکل صاف ہو گیا چنانچہ وہ اکثر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے پاس آنے لگے اور خود حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ بھی اُن کی خانقاہ میں جانے لگے۔ ایک دوسرے کو دعوتِ طعام بھی دینے لگے اور گذشتہ واقعات بالکل فراموش ہو گئے۔ سچ ہے اچھوں کے سینے آئینے ہوتے ہیں جس میں کچھ بھی زنگ آیا تو صیقل سے بالکل جاتا رہا۔

جونپور

ظفر آباد سے نکل کر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ جونپور پہونچے اور وہاں

سلطان ابراہیم (۱) شرقی کی مشہور و معروف مسجد میں قیام فرمایا جس کے شمال جانب ابتک آپ کا چلہ خانہ موجود ہے آپ کا حال سن کر سلطان کو قدمبوسی کا بے حد شوق ہوا۔ درباریوں سے سلطان نے کہا کہ میں حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی زیارت کا مشتاق ہوں اس وقت ملک العلماء حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۲) موجود تھے فرمایا کہ نو وارد بزرگ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ سادات کرام سے ہیں اور ولی کامل ہیں

۱؎ ...... سلطان ابراہیم شرقی (المتوفی ۸۴۶ھ) خاندان شرقیہ کا مشہور اور اولوالعزم بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے ۴۴ سالہ دورِ حکومت میں ملکی انتظام و انصرام اور فتوحات کا سلسلہ اتنا وسیع کیا کہ دہلی کی مرکزیت متزلزل ہوگئی تھی۔ علاوہ ازیں اسکی معدلت گستری، علم پروری، جود وسخا اور دینی بیداری نے دوالخلافہ جونپور کی شوکت و سطوت کو آسمان پر پہونچا دیا تھا۔ سلطان ابراہیم ہی کے عہد میں مشائخ، علماء، فضلاء، حکماء اور ماہرین فنون کی کثرت آمد سے ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ شیراز ہند جونپور ص ۹۷ تا ۱۳۲)

سلطان ابراہیم، حضرت سید جلال مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ کا مرید تھا اور شاید اسی لئے وہ مشائخ اور علماء کا بے حد ادب و احترام اور ان کے منصب کے مطابق اعزاز کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ سے اسے بے پناہ عقیدت و نیاز مندی تھی اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ بعض شاہزادوں نے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے دست حق پر بیعت حاصل کی۔ مکتوبات اشرفی کے مطالعے سے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ اور سلطان ابراہیم دونوں کے تعلق خاطر کا اندازہ ہوتا ہے۔

۲؎ ...... حضرت ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ (المتوفی ۸۴۸ھ) اپنے وقت کے عالم جلیل اور فاضل بے عدیل تھے۔ سلطان ابراہیم شرقی، حضرت ملک العلماء کے علمی جلال و کمال سے اس قدر متاثر تھا کہ عہدۂ قضاۃ کو ان کے سپرد کر دیا اور انتظامی معاملات میں ان کے گراں قدر مشوروں کا محتاج بنا گیا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ سخت علیل ہو گئے اور امید زیست منقطع ہونے لگی تو سلطان ابراہیم نے جوشِ عقیدت اور فرطِ محبت میں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے سر سے نچھاور کر کے ایک پیالہ پانی پی لیا اور دعا مانگی کہ اے پروردگار عالم! ملک العلماء علیہ الرحمہ کو شفائے کاملہ عطا فرما اور ان کے بدلے میں مجھے مریض بنا دے۔ سلطان کی دعا بارگاہ صمدیت میں قبول ہوئی اور ملک العلماء علیہ الرحمہ کی وفات سے دو سال قبل ہی (۸۴۶ھ) میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ شیراز ہند جونپور ص ۱۱۸ و ۶۰۲)

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی شہرت، مقبولیت اور علمی جاہ و جلال کا اعتراف تمام تذکرہ نگاروں کو ہے صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ "اگرچہ در زمان او دانشمنداں بودہ اند کہ استادان و شریکان او بودہ اما شہرت

میں چاہتا ہوں کہ پہلے خود جا کر اُن سے ملاقات کر کے رنگ ڈھنگ دیکھ لوں تو پھر اُس کے بعد شاہی سواری جائے۔

سلطان نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور حکم دیا کہ اچھا پہلے تم جا کر مل آؤ۔ لہذا حضرت قاضی محافہ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، ادھر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نماز ظہر سے فارغ ہو کر اہل علم کے حلقہ میں جلوہ فرما تھے جیسے ہی حضرت قاضی دکھائی پڑے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ حضور یہ قاضی شہاب الدین علیہ الرحمہ ہیں تمام علوم وفنون میں ان کو پوری مہارت حاصل

وقبولی کہ حق تعالی اورا عطا کرد ہیچ کس را از اہل زمان او نکرد"۔ اذکار ابرار ص ۱۴۳ میں ہے کہ "زمانے کے تمام عالموں سے زیادہ عالم اور جملہ ارباب فنون کے استاد تھے"۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۳۹۰ پر مذکور ہے کہ "قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ از عظمائے شاگردان قاضی عبد المقتدر و کبرای خلفای مولانا محمد خواجگی است و از سید میر اشرف سمنانی نیز استفادہ نمود در علوم ظاہری طاق و برموز باطنی شہرۂ آفاق بود..................ودر عہد خود قبولی عظیم یافت"۔ لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰ میں ہے کہ "جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی، صاحب معاملات یقینی و جامع واردات دینی شدہ بود"۔

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ سے بمنزلہ ارادت محبت تھی اور حضرت مخدوم علیہ الرحمہ بھی ان کے علمی وقار کی بناء پر التفات خسروانہ فرماتے تھے۔ ملک العلماء علیہ الرحمہ کا خطاب حضرت مخدوم علیہ الرحمہ ہی کا عطا کردہ ہے اور مکتوبات اشرفی میں جو خطوط ملک العلماء سے متعلق ہیں ان کا انداز تخاطب اسی التفات خسروانہ کا حاصل ہے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے انداز تخاطب کی ایک مثال ملاحظہ ہو: "برادر اعز ارشد جامع العلوم قاضی شہاب الدین نور اللہ تعالی قلبہ بانوار الیقین دعائے درویشانہ وثنائے برکیشانہ از درویش اشرف قبول فرمایند" (مکتوبات اشرفی)

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی تصانیف میں حواشی کافیہ، کتاب الارشاد، بدیع البیان، بحر مواج (تفسیر قرآن حکیم)، رسالہ تقسیم علوم، رسالہ تقسیم صنائع اور رسالہ مناقب السادات کے نام مختلف تذکروں میں ملتے ہیں۔ حواشی کافیہ پر صاحب اخبار الاخیار کی رائے ہے کہ "در لطافت و متانت بی عدیل واقع شدہ و ہم در حالت حیات او مشہور عالم گشتہ" (اخبار الاخیار ص ۱۸۰)، باقی کتابوں پر صاحب اخبار الاخیار نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کے افکار عالیہ سے ملتے جلتے ہیں جنھیں حیات غوث العالم میں ملاحظہ کیجئے۔

ہے۔ قاضی صاحب نے بھی آداب حاضری کا بڑا لحاظ کیا اور محافہ سے دور ہی اُتر پڑے اور ساتھ کے مولویوں سے کہہ دیا کہ دیکھو وہاں جا کر اپنی مولویت کا بھرم نہ دکھانا اور چپ رہنا کیونکہ جس سید کی سرکار میں جاتے ہو اُن کی پیشانی سے ولایت کی چمک ظاہر ہوتی ہے، اس طرح سمجھا بجھا کر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے پاس آئے اور برجستہ یہ قطعہ پڑھا۔

قطعہ

چہ خورشید است تاباں از جبینش   کہ خورشید فلک زو ذرہ گردد
بگوہر سید است دریائے امواج   کہ دریائے جہاں چوں قطرہ گردد

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے بھی قاضی صاحب کا چند قدم استقبال فرمایا اور ملاقات کی۔ قاضی صاحب نے مولوی صاحبان کو تو بہت کچھ سمجھا بجھا دیا تھا کہ درویشوں سے حجت نہ کرنا اور اپنی قابلیت مت جتانا مگر ان مولویوں کا یہ حال تھا کہ کروٹیں بدلتے تھے اور بار بار کچھ کہنا چاہتے لیکن قاضی صاحب کے ڈر سے رُک رُک جاتے تھے۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی محفل میں حضرت شیخ ابوالوفا خوارزمی علیہ الرحمہ (۱) موجود تھے اُن کو مولوی صاحبان کی بیکلی کا حال بطور کشف معلوم ہوگیا۔ اُن کے دل میں جن جن علوم میں جو جو شبہے تھے سب کو ایسا حل فرما دیا کہ مولوی صاحب کی ایک بات بھی نہ چلی۔ قاضی صاحب نے خود شیخ خوارزمی علیہ الرحمہ کو داد دی۔ مولوی صاحبان کی بحث جب ختم ہو چکی اور دل کی بھڑاس نکل گئی تو حضرت قاضی نے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ آج سلطان المعظم شرف قدمبوسی کے لئے حاضر ہونے والے تھے مگر

---

(۱) حضرت شیخ ابوالوفاء خوارزمی علیہ الرحمہ (المتوفی ۸۳۵ھ) سیاح دشت علم و معرفت تھے۔ آپ نے مختلف مقامات کی سیر کی اور آخر میں حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے عقیدت کیش بن کر خلافت حاصل کی۔ ان کی حاضر جوابی، زود گوئی، اور متکلمانہ طرز گفتگو سے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ بہت محظوظ ہوتے تھے۔ (لطائف اشرفی ج اول ص ۵۱، نفحات الانس ص ۳۸۸)

شرف تقدم زیارت حاصل کرنے کے لئے میں نے آج اُن کو روک دیا ہے۔ وہ کل حاضر ہوں گے اور میں بھی رہوں گا۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک آپ سلطان سے کہیں زیادہ بہتر ہیں اگر سلطان آئیں گے تو آئیں وہ حاکم ہیں۔ حضرت قاضی کے جانے کے بعد حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں ایسا عالم میں نے کم دیکھا ہے۔

دوسرے دن حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ وظائف معمولہ سے فارغ ہو چکے تھے کہ شاہی سواری کی آمد کا اثر ظاہر ہونے لگا کہ سلطان المعظم مع شہزادگان و فوج و سپاہ کے آرہے ہیں۔ مسجد کے دروازے پر پہونچکر قاضی شہاب الدین علیہ الرحمہ نے رائے دی کہ اس مجمع کے ساتھ دربار ولایت میں جانا ٹھیک نہیں ہے مبادا آدمیوں کی کثرت سے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو تکلیف پہونچے۔ سلطان المعظم نے اس کو مناسب خیال کیا چنانچہ سواری سے اُتر کر شاہی خاندان اور علماء سلطنت سے منتخب کر کے کل بیس (۲۰) آدمی لے کر حاضر ہوئے اور کچھ ایسا دربار کا ادب کیا کہ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو پسند آ گیا۔ اُنھیں دنوں میں سلطان المعظم نے قلعہ جنادہ پر قبضہ کرنے کے لئے اسلامی فوج کو روانہ کیا تھا اور ہر وقت اسی کا تردّد رہا کرتا تھا۔ دل ہی دل میں سوچا کہ کاش حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی ولایت سے مدد ملتی اور زبان سے صرف ایک قطعہ پڑھ دیا کہ

ولے کان انوراست از جام جمشید　　رواں روشن تر از خورشید باشد
چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش　　کسے کورا یقیں امید باشد

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو سلطان المعظم کے دل کا حال معلوم ہو چکا تھا

سلطان کی خوش اعتقادی سے حضور بہت متاثر ہوئے اور فرمایا: بیت

گر بیقیں شد قدمت استوار
گرد ز دریا نم از آتش برآر

اگر تم حسن عقیدت سے کام لوگے تو قلعہ فتح کرنا کیا چیز ہے، دریا سے غبار اڑا سکتے ہو اور آگ سے تری نکال سکتے ہو۔ سلطان المعظم کو اس پیشن گوئی پر پورا اطمینان ہو گیا جو رخصت ہونے لگے تو سمنان کا ایک مسند ہمراہ تھا وہ سلطان کو عطا فرما دیا۔ سلطان خوش خوش دربار شاہی میں پہونچے اور تخت سلطنت پر بیٹھ کر کہا کہ واقعی جیسا سنا تھا اُس سے بڑھ کر پایا خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان میں ایسے بزرگوں کے قدم آئے۔ تین دن کے بعد سلطان پھر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے خادموں نے کچھ کھانے پینے کا سامان کیا تھا اور کھانے والے ہی تھے کہ قلعہ جنادہ سے خط آ گیا کہ قلعہ فتح ہو گیا لوگوں نے سلطان المعظم کو مبارکباد دی۔ سلطان نے فرمایا کہ مبارکباد حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو جنہوں نے اپنے بازوئے ہمت سے فتح یاب فرمایا ہے اب سلطان کا عقیدہ پہلے سے ہزار گنا بڑھ گیا۔ عرض کیا کہ حضور میں تو حضرت میر (۱) کا مرید ہو چکا ہوں مگر حضور کے جتنے بندہ زادے ہیں وہ دست اقدس ہی پر بیعت کریں چنانچہ دو تین شاہزادے اُسی دن داخل سلسلہ اشرفیہ ہوئے۔ سلطان نے بہت کچھ چاہا کہ کوئی بڑی نذر حضرت قبول فرمالیں مگر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے اس کو قبول نہ فرمایا اب سلطان کی آخری خواہش یہ ہوئی کہ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ جونپور ہی میں ہمیشہ مقیم رہیں آپ نے فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے مگر ہاں تمہاری سلطنت سے باہر گھر نہ بناؤں گا سلطان ابراہیم نے اسی کو اپنے لئے نعمت عظمیٰ سمجھا۔

۱؎...... یعنی حضرت مخدوم سید جلال جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۸۵ھ)

جونپور میں حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو رہتے رہتے دو مہینے گذر گئے، حضرت قاضی شہاب الدین علیہ الرحمہ کی عقیدت اتنی بڑھ گئی کہ اگر روز نہیں تو دوسرے تیسرے دن ضرور حاضر ہوتے اور اپنی تصنیف کردہ کتابیں سنا کر تصدیق حاصل کرتے۔ آپ نے بہت سی کتابوں کی تعریف فرمائی، علم نحو میں کُتاب ارشاد کو بہت پسند کیا اور ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کے جادو کو جو لوگ کہتے ہیں وہ یہی ہے، علم بیان میں بدیع البیان اور فن تفسیر میں بحر مواج کو فرمایا کہ طول تحریر کا ان میں بڑا دخل ہے۔ فن شاعری میں جامع الصنائع جب پیش کیا تو حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے شعر وشاعری میں دخل دیا ہے، اُس وقت شیخ واحدی موجود تھے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی شان میں جو قصیدہ لکھا تھا پڑھ کر سنایا حضرت نے دونوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور متبسّم انداز میں قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے سارے علوم تو حاصل ہی کر لئے ہیں فارسی تو شیخ واحدی (۱) کے لئے چھوڑ دیجئے۔ شیخ واحدی نے حضرت قاضی سے کہا کہ

قطعہ

لشکر علم تو بہ تیغ بیاں   از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت   فارسی را بو احدی بگذار

کہتے ہیں کہ اس دوبارہ جونپور آنے پر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے قاضی صاحب کو لباس خرقہ اور کتاب ہدایہ جو سمنان کی یادگار تھی عطا فرمایا تھا۔ ایک دن سب چھوٹے بڑے جمع تھے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بس اب جونپور سے چلو

---

(۱)...... حضرت شیخ واحدی، حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کے خاص خادم اور حلقہ بگوش تھے۔ انہیں فارسی زبان میں پوری مہارت تھی اور بڑی برجستہ طبیعت پائی تھی۔ شعر گوئی کی طرف ان کا رجحان زیادہ تھا اور زود کلامی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ (لطائف اشرفی)

اور وہاں جلد پہونچو جہاں کے لئے حضرت پیر و مرشد نے حکم دیا ہے۔ واقعہ یوں گذرا تھا کہ پنڈوہ شریف میں صبح کے وقت حضرت شیخ اور حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ بیٹھے ہوئے تھے، معرفت کی باتیں ہو رہی تھیں کہ یکبارگی حضرت شیخ فرمانے لگے کہ فرزند اشرف! دیکھو تمہیں اپنے مزار کی جگہ نظر آتی ہے آپ نے عرض کیا کہ حضور زیادہ دیکھنے والے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ دائرہ کی شکل میں ہر طرف سے تالاب ہے اور بیچ میں خشکی تل کی طرح نظر آ رہی ہے، بس وہیں تمہارا مزار ہوگا۔

چنانچہ جونپور سے روانہ ہو کر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے موضع کرمینی (۱) میں قیام فرمایا وہاں فرمودۂ شیخ کے موافق زمین معلوم ہوئی، دو تین روز وہاں قیام رہا جب خود حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے بذات خاص موضع کی سیر فرمائی اور حوض و تالاب سب دیکھا تو آپ کو کشف ہوا کہ یہ وہ مقام نہیں ہے جس کا پتہ حضرت شیخ نے بتایا تھا یہاں سے اب چلنا چاہئے۔

روح آباد آستانہ کچھوچھہ مقدسہ

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کرمینی سے چل کر موضع بھڈونڈ (۲) میں تشریف لائے، موضع میں آبادی سے باہر ایک باغ تھا اس میں قافلہ اترا، قرب و جوار کے سارے آدمی سن کر زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے، سب سے پہلے موضع زمیندار حضرت ملک محمود صاحب علیہ الرحمہ (۳) نے قدمبوسی کی، حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے ان پر بہت زیادہ

﴾۱﴿...... یہ موضع، کچھوچھا شریف سے ۳۔۴ میل جنوب میں واقع ہے اور آج بھی وہاں کی جھیل مقامی لوگوں کی تفریح گاہ ہے۔

﴾۲﴿.. یہ موضع کچھوچھا شریف سے متصل ہے اور حضرت ملک محمود علیہ الرحمۃ کی اولاد یہاں آباد ہے۔

﴾۳﴿..... حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے مریدان صادق کی فہرست میں حضرت ملک محمود علیہ الرحمہ کا نام آتا ہے۔ حضرت مخدوم از راہ شفقت انھیں ملک الامرا کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ

شفقت فرمائی، دوپہر کو قیلولہ و آرام کا وقت آیا تو ایک سایہ دار آم کے درخت کے نیچے آرام فرمایا، زوال آفتاب کے بعد وہاں دھوپ آجاتی مگر درخت کی شاخ آفتاب کے ساتھ ساتھ چلتی تھی اور پورب کی شاخ دوپہر ڈھلنے پر پچھم کی طرف آگئی اور حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ پر سے سایہ نہ ہٹا آپ اُٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد ملک محمود علیہ الرحمہ کو ساتھ لے کر موضع کا کنارہ ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے مجھے یہیں کے لئے قیام کا حکم دیا ہے تمہارے نزدیک یہاں کون سی جگہ ہمارے رہنے کے لئے مناسب ہے، ملک محمود علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ حضور یہاں ایک جوگی بڑی اچھی جگہ رہتا ہے لیکن بڑا جادوگر ہے اگر خدام بارگاہ اُس کو نکال دیں تو بہت نفیس جگہ ہاتھ لگے گی۔ آپ نے آیۂ کریمہ: قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کی تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ بہر حال اُس جگہ کو دیکھ بھی لینا چاہئے۔ کچھ ہمراہیوں اور ملک محمود علیہ الرحمہ کو لے کر اُس مقام پر تشریف لے گئے، دیکھتے ہی فرمایا کہ بس یہی جگہ تھی جس کو حضرت شیخ نے دکھایا تھا۔ یہاں سے ان چند بیدینوں کو نکال دینا بالکل آسان ہے ملک محمود علیہ الرحمہ نے اُس وقت یہ مشہور مصرعہ پڑھا: جائیکہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را۔

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور ایک خادم سے فرمایا کہ جوگی سے کہہ دو کہ بس بوریا بستر سنبھالے اور کہیں نکل بھاگے، خادم نے جا کر یہی کہہ دیا تو جوگی نے مغرورانہ لہجے میں کہا کہ ہمارا نکلنا کوئی مذاق نہیں ہے ہم پانسو ہیں کوئی قوت ولایت سے نکالے تو نکالے ورنہ ہمارا نکالنا ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔

کے قیام اور تعمیر خانقاہ کے سلسلے میں حضرت ملک الامرا علیہ الرحمہ کی جاں نثاری، ایثار اور حسن تدبیر کو بڑا دخل ہے اور سلسلہ اشرفیہ کی ترویج و اشاعت میں بھی ان کی سعی و محنت کچھ کم اہم نہیں۔ (لطائف اشرفی ج۲ ص۱۰۶ تا ۱۰۸)

جمال الدین راوٴت اُسی دن حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر مرید ہوئے تھے آپ نے اُن سے فرمایا کہ جاوٴ جو بات جوگی دیکھنا چاہے دکھادو، جمال الدین جوگی سے بچپن ہی سے ڈرے ہوئے تھے ہمت نہ پڑی آپ نے قریب بلایا پان کی گلوری چبا کر جمال الدین کے منہ میں رکھ دیا پھر کیا تھا جمال الدین اشرفی کچھارے کے شیر بن گئے اور بہادروں کی طرح جوگی کے پاس چلے گئے اور نکلنے کو کہا، باہم خوب باتیں ہوئیں آخر سب جوگی کہنے لگے کہ پہلے کچھ کرامت دکھاوٴ تو ایسی باتیں منہ سے نکالو، جمال الدین نے کہا کہ ہمارا کام کرامت دکھانا نہیں ہے لیکن اب تم کہتے ہو تو مجبوری ہے، اچھا بولو کیا دیکھنا چاہتے ہو۔

کہتے ہیں کہ جوگیوں کو طیش آگیا اور غصہ میں جادو کے ذریعہ چیونٹی کی فوج بنا کر بھیجا تو جمال نے کہا: ابیات

سلیمانے رسیدہ باچنیں زور تو بکشائی بروبر لشکر مور
بود معلوم ہمت مور بے فیل دراں وقتے کہ افتد در پئے پیل

جیسے ہی جمال الدین نے چیونٹی کی فوج پر غضب کی نگاہ ڈالی تو کسی کا نام ونشان بھی میدان میں نہ رہ گیا۔ پھر جوگیوں نے شیروں کی فوج بنا کر بھیجی، جمال الدین نے فرمایا کہ بھلا مصنوعی شیر بھی شیرانِ حق کا مقابلہ کر سکتے ہیں چنانچہ شیر بھی میدان سے بھاگے آخر جوگی نے اپنا سونٹا ہوا میں اڑایا، حضرت جمال الدین نے مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کا عصا شریف منگا کر اوپر پھینکا عصا شریف نے جوگی کے سونٹے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادیا، یہ دیکھ کر جوگی سمجھ گیا کہ اب مقابلے کی تاب نہیں ہے اور کوئی فریب کارگر نہ ہوگا آخر تنگ آکر بولا کہ مجھ کو مخدوم صاحب کے پاس لے چلو میں ان کے ہاتھ پر

مسلمان ہونگا۔ حضرت جمال الدین جوگی کا ہاتھ پکڑ کر لائے اور حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کے قدموں پر ڈال دیا۔ حضرت نے جوگی کو کلمہ پڑھایا اور اُس کے چیلے بھی مسلمان ہوئے۔ سب لوگ اپنی مذہبی کتاب حضرت کے سامنے لائے اور آگ میں جلا کر پھونک دیا۔ حضرت نے اُن سے بڑی ریاضت کرائی اور تالاب کے کنارے اُن کی نشست کے لئے ایک جگہ مقرر فرمادی۔ کہتے ہیں کہ جوگی کے اسلام لانے پر اُس دن کوئی پانچ ہزار اشخاص مسلمان ہوئے تھے۔ (۱)

جوگی کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت نے اپنا سارا سامان اُسی مقام پر منگالیا جو پہلے جوگیوں کی جگہ تھی اور ہمراہیوں کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ قیام گاہ تجویز فرمادیا، سب نے اپنا اپنا حجرہ بنالیا اور خانقاہ اشرفی کی تعمیر تھوڑے دنوں میں ملک محمود علیہ الرحمہ نے کرادی۔ قرب وجوار کے سادات کرام نے آ آ کر دست حق پرست پر بیعت کی۔ ملک الامراملک محمود علیہ الرحمہ نے اپنی اولاد اور رعایا کو حضرت کے ہاتھ پر داخل سلسلہ اشرفیہ کیا، حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی ملک محمود صاحب علیہ الرحمہ پر بڑی عنایت رہتی تھی۔ دو تین سال میں جب خانقاہ اور اُس کے لوازم کی تعمیر ختم ہوچکی تو حضرت نے اُس کا نام روح آباد رکھا۔ کبھی کبھی حضرت روح آباد سے پورب جانب مع اصحاب کے تشریف لے جاتے اور جلوہ فرما ہو کر اسرار و معارف کی باتیں فرماتے رہتے اُس کا نام دارالامان حضرت نے رکھا۔ کبھی روح آباد سے اتر طرف تشریف لے جا کر جلوس فرماتے اس کا نام

---

(۱)...... صاحب تذکرہ چشت فرماتے ہیں کہ "چوں حضرت میر جہانگیر علیہ الرحمہ بعد از سیر شہر جون پور بمقام کچھوچھہ (کچھوچھا) تشریف برد و در آنجا جوگی کامل باپانصد مرید اہل کمال کہ در ہوا می پریدند سکونت داشت میر جہانگیر علیہ الرحمہ با اوی مقابلہ در پیش آمد جوگی انواع انواع تصرفات خود برآنحضرت جاری کرد آخر عاجز آمدہ بخدمت حاضر آمدہ زبان بتصدیق اسلام بکشاد و با مریداں خود مرید گردید"۔ (خزینۃ الاصفیاج ۱ ص ۳۷۵)۔

روح افزا ہے اور بارہا اُس مقام کے لئے ارشاد فرمایا کہ یہاں اولیاء، اوتاد، اخیار اور رجال الغیب سب آتے رہتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ تم لوگ بھی یہاں آ کر فیضیاب ہوتے رہو۔ غرض اس زمانے میں روح آباد آستانہ حضرت کچھوچھہ مقدسہ کی چہل پہل بڑھ گئی اور انوار و برکات سے یہ سرزمین مقدس مالامال ہوگئی۔(۱)

محبوبِ یزادانی

سچ ہے مصرعہ۔ عشق اول دردلِ معشوق پیدا میشود۔ جذبات محبت کا ہیجان اور وارفتگی کے آثار جس قلب و وجود میں آج دیکھو تو سمجھ لو کہ کل یہی ہستی محبت کی دیوی اور یہی وجود محبوبیت کا مجسمہ ہوگا، جو آج دائرۂ محبت کی گردش میں ہے وہ کل اس محیط کا مرکز بن جائے گا۔ اس وادی کا سیاح اگر آج مبتلائے آبلہ و خار ہے تو کل وہ محمل نشین وسوار ہوجائے گا، جو آج محبت کا بیمار ہے وہ کل مسیحائے روزگار ہوگا۔ نمک بر جراحت کا لذت آشنا پہلے قلب محبوب ہی ہوتا ہے۔ دستِ جنونِ عشق پہلے دامن و گریبانِ معشوق ہی کو چاک کرتا ہے۔ عشق پہلے عاشق ہی کے قلب میں چٹکیاں لیتا ہے اور نشترِ محبت پہلے محبّ ہی کے جگر پر چلتا ہے، عشق کا جنون پہلے لیلیٰ ہی پر سوار ہوا تھا اور محبت کی تلخیاں پہلے شیریں ہی کے لئے ذائقہ نواز ہوئی تھیں۔ غرض عشق و محبت کا پہلا مکان قلب محبوب ہے اور اسی شرف تقدم کی بدولت جو پہلے گرفتار محبت ہوتا ہے، وہ اپنے دام محبت میں ہزاروں کو ہمیشہ گرفتار رکھتا ہے۔ اس قانون کا تعلق صرف عالم مجاز ہی سے نہیں ہے بلکہ یہ وہ حقیقت ہے کہ عالم حقیقت کی بنیاد بھی اسی قاعدہ کلیہ پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا غیر معمولی اذیتوں پر صبر فرمانا، تبلیغ حق پر مخالفت کا جوش قوم کی طرف سے ہونا، طرح طرح

---

(۱)...... تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، لطائف اشرفی، مراۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیاء، صحائف اشرفی وغیرہ۔

کے ناگفتہ بہ حالات کا پیدا ہونا، ترک وطن پر مجبور ہونا، انتقام کی قوت رکھتے ہوئے جبال مصائب کا تحمل فرمانا اور اسی قسم کے واقعات اگر طلب مولیٰ و عشق الٰہی کی پہلی منزل تھی تو اس کے بعد اعداء کا ستیاناس ہو جانا، اقوام پر فتح پانا، ہر دلعزیزی کا خلعت پانا، دشمنوں پر عتاب و تہدید نازل ہونا، کلام محبوب سے لذت شناس ہونا اور خلعت و محبوبیت کے تاج سے سربلند ہونا اُسی ابتدائے عشق کا لامی نتیجہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پہلے فرعون کے تفوق پر صبر کیا پھر اپنے کو سربلند پایا، ابراہیم علیہ السلام نے پہلے نار نمرود کو نار جہنم سے کم سمجھا تو اُس کو گلزار پایا، پہلے راہ مولیٰ میں لخت جگر کو گویا ذبح کر ڈالا تو اپنی خلعت کی یادگار قیامت تک کے لئے چھوڑ دی۔ اور ہاں ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ نے پہلے اعلان حق کی بنا پر نرغہ اعداء میں حضرت امِ ہانی ؓ کے گھر میں اپنے کو محصور پایا تو اس کے بعد پھر معراج و قرب کی محفل جمائی گئی۔

صحابہ کرام کی ابتدائی دشواریاں اور خاندان نبوت کے پہلے افراد کا اپنے لہلہاتے باغ کو لٹانا کسے نہیں معلوم! یہ حسن کے جگر کے ٹکڑوں اور حُسین کے خون کے قطروں کا رنگ ہے جو باغ اسلام ہرا ابھرا اور مجسمہ اسلام سرخرو نظر آ رہا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

راہ سلوک کی دشوار گذار گھاٹیوں کا حال غوث الثقلین ؓ و خواجہ غریب نواز ؓ سے پوچھو، طلب مولیٰ کی سنگلاخ زمین کی مصیبتوں کی کیفیت اولیاء عرب و خواجگان ہند سے دریافت کرو جن کو عشق الٰہی میں پا برہنہ وادیہ نوردی، بیوطنی اور فاقہ کشی کی لذتوں نے غوث و قطب و محبوب بنا دیا قدس اللہ تعالیٰ سرھم العزیز ونفعنا ببرکاتھم۔

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ نے عشق الٰہی کی راہ اور طلب مولیٰ کی سبیل میں

سب سے پہلا قدم بچپن میں ہوش سنبھالتے ہی رکھ دیا تھا اور پھر ترکِ سلطنت اور سفرارادت کے مافوق الفہم واقعات نے دعوئ محبت کی صداقت کو عالم آشکار کردیا تھا۔ بارگاہ شیخ میں جذبات خدمت کا وفور سب پر ظاہر ہوچکا تھا۔ جہانگیری ومقبولیت کا چمکتا تاج فرقِ اقدس پر رکھ دیا گیا تھا اور وہ وقت آگیا تھا کہ جس نے عاشقانہ لباس پہن کر اس میدانِ محبت کی مشکلات کو برداشت کیا تھا اُس کا جامہ زیب بدن محبوبیت کے لباس سے ملبوس کیا جائے اور دنیا دیکھ لے کہ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ، جواللہ کا ہو رہتا ہے اُس کا اللہ ہوجاتا ہے من يحب الله يحببه الله جو محبت الٰہی کا متوالا ہوتا ہے وہ اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ۲۷/ماہ رمضان المبارک ۸۲۷ھ کی رات کو روح آباد کچھوچھہ شریف میں حضرت کو شب قدر ملی مریدین وخلفاء اور قلندران وارباب صفا کا اچھا خاصہ مجمع تھا آپ کے بھانجے اور جانشین حضرت نورالعین (۱) اور خلیفہ ابن خلیفہ حضرت دریتیم ابن حضرت شیخ کبیر اور خلفاء واصحاب طیر یعنے حضرت شیخ رکن الدین

---

(۱)...... حضرت مخدوم آفاق حاجی الحرمین مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی خالہ زاد بہن کے صاحبزادے، مرید صادق، خلیفہ اعظم اور نسباً خانوادہ غوثیہ کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سید عبدالرزاق بن میر سید حسن عبدالغفور جیلی بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد ابوالحسن شریف بن میر سید موسیٰ شریف بن میر سید علی شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید حسن شریف بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید ابونصر محی الدین بن میر سید ابوصالح بن میر سید عبدالرزاق بن میر سید محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹)

حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ نے دوسری بار چارسالہ قیام پنڈوہ شریف کے بعد عالمی سیاحت کا دوبارہ قصد فرمایا اور اسی سلسلے میں عتبات عالیہ کی سیاحت فرماتے ہوئے قصبہ گیلان بھی پہونچے۔ وہاں چند روز آپ نے قیام فرمایا اور اسی اثناء میں حضرت سید عبدالرزاق جن کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی، کو آپ سے کچھ ایسی گرویدگی پیدا ہوگئی کہ بالآخر ان کے والدین نے بھی برغبت ورضا اپنے سعادتمند وصاحب اقبال فرزند کو حضرت مخدوم سمنانی علیہ

الرحمہ کی خدمت وملازمت میں پیش کر کے اپنے سارے حقوق سے دستبرداری حاصل کرلی۔ حضرت مخدوم نے بعد جان سیدزادہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور اس طرح "نسبائے دودمان سیادت وقربت ہائے خاندان نقابت تازہ کردند" (لطائف اشرفی ج۲ص۳۸۰)

حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ نے سید عبدالرزاق کو نورالعین کا خطاب عطا فرمایا اور اپنی آغوش ولایت میں حضرت نورالعین کی پرورش وتربیت کی۔ تمام علوم صوری ومعنوی کی دولت بے کراں سے مالامال فرما کر انھیں تکمیل وارشاد کے اعلیٰ مرتبے پہ پہونچایا۔ (صحائف اشرفی، ورق۱۳۸)

مؤلف لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ "قریب سی سال طریق خدمت حضرت قدوۃ الکبریٰ (یعنی حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ) سپردہ وسفر وحضر حاضر بودہ دریں مدت گاہی یاد ندارد کہ حضرت ایشاں امری فرمودہ باشند بجز سیدزادہ (یعنی حضرت نورالعین علیہ الرحمہ) دیگر سبقت کردہ باشد"۔ (لطائف اشرفی ج۲ص۳۸۶)

حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کی فضیلت اور عالی مقامی کے باب میں حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد گرامی بھی قابل توجہ ہے کہ "شیخ زادہ کم برجادہ یافتہ شد، من خود شیخ زادہ دارم کہ شیخ زادہ نباشد وکار او شیخ زادن باشد ودیگراں از صلب میزائید عبدالرزاق را من براہ چشم زادہ ام باوجود آنکہ نسبتہا دارم"۔ (لطائف اشرفی ج۲ص۳۸۱، صحائف اشرفی: ص۱۲۹)

حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کی شادی موضع نصیرآباد ضلع فیض آباد جو کچھوچھہ شریف سے ۱۰ میل شمال کی جانب دریائے گھاگھرا کے کنارے آباد ہے، کے ایک سید گھرانے کی خاتون سے ہوئی تھی اور آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جیسا کہ شاہ سید مخدوم بخش ابن شاہ سید درگاہی اشرف نے جو حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ حسین علیہ الرحمہ کی اولاد کے بزرگوں میں سے تھے، اپنے ملفوظات میں تحریر کیا ہے کہ "چوں حضرت مخدومی شاہ حاجی الحرمین از وطن شریف خود آوردہ علم ظاہری وباطنی تعلیم نمودند بموضع نصیرآباد کہ درآنجا سادات صحیح النسب از سابق آباد بودند شادی کردند واو راپنج پسر عالی گہر بوجود آمدند" (صحائف اشرفی، ورق۱۳۰)

حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے تمام فرزندوں یعنی حضرت شاہ سید شمس الدین، حضرت شاہ سید حسن، حضرت شاہ سید حسین، حضرت شاہ سید احمد اور حضرت شاہ سید فرید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے جامہائے تبرک عنایت فرمایا جو حضرت کو مختلف بزرگان دین سے ملا تھا اور بکمال شفقت ومحبت حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے سارے فرزندوں کے حق میں علیحدہ علیحدہ حقائق آمیز ومعارف انگیز کلمات ارشاد فرمائے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، لطائف اشرفی ج۲ص۴۱۱، نیز حضرت مخدوم کے کلمات طیبات کی عالمانہ

شرح ووضاحت کے لئے ملاحظہ ہو: صحائف اشرفی، ورق ۱۱۸ تا ۱۲۰)

حضرت شاہ سید شمس الدین علیہ الرحمہ خلف اکبر نے حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ کی وفات کے دوسال کے بعد ۸۱۰ھ میں ناکتخدا انتقال فرمایا، اس وقت ان کی عمر بیس (۲۰) سال کی تھی۔ حضرت شاہ سید شمس الدین کی وفات کے بعد حضرت نورالعین علیہ الرحمہ نے اپنی کنیت ابوالحسن رکھی اور بقول صاحب صحائف اشرفی "فرزند دومی خود راکہ شاہ حسن نام داشت فرزند اکبر خود شمردند"۔ حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ سید فرید علیہ الرحمہ نے بھی کچھ زیادہ عمر نہ پائی اور دو پشت کے بعد ان کی نسل ہی منقطع ہوگئی۔ (صحائف اشرفی، ورق ۱۲۰) حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے باقی تین فرزندوں یعنی حضرت شاہ سید حسین خلف اکبر علیہ الرحمہ، حضرت شاہ سید حسین علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ سید احمد علیہ الرحمہ ہی سے خانوادۂ اشرفیہ ودودمانِ غوثیہ کا فروغ ہوا۔ چنانچہ آج بھی ہندوپاک کے مختلف علاقوں میں ان تینوں فرزندان نورالعین علیہ الرحمہ کی اولادیں آباد ہیں اور ہر شاخ میں رسم سجادہ نشینی جداگانہ طور پر ادا کی جاتی ہے۔ اس موقع پر حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کا یہ بلیغ ارشادگرامی اور فیوض نامتناہی بھی ملاحظہ فرمایئے کہ "عبدالرزاق وفرزندان اورا خزانہ الٰہی شریک ساختیم از حضرت نامتناہی درخواست کردہ ایم کہ اگر اولاد واحفاد عبدالرزاق قانع بودند ہرگز بکسی محتاج نشوند باندک توجہ آنہا ہمت مرداں درکار خواہد بود........ ....واگر بردر مخلوق روند خوار گردند"

(لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۲، صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹)

اسی عبارت پر بشارت اور فیض مخدومی کی بناء پر حضرت نورالعین علیہ الرحمہ نے اپنی تمام زندگی میں سلطان حسین شرقی نیز کسی امیر ورئیس کی پیش کی ہوئی معافی وجاگیر کو قبول نے کیا اور عرصہ گاہ قناعت میں جمیع مشائخ پر سبقت حاصل فرمائی۔ (صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹) شاید حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے انہی مخلصانہ مجاہدے اور عارفانہ ریاضت وعمل کا یہ ثمرہ تھا کہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ نے اپنے آخری لمحات حیات ظاہری میں ایک خاص موقع پر بجوش مراہم خسروانہ فرمایا کہ "فرزندان نورالعین کو دوست رکھنے والا میرا دوست ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے وہ جمیع خاندان چشت ودودمان اہل بہشت کا بدخواہ ہے"۔ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۴۱۱)

حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے سنہ وفات پر تذکرہ نگار مختلف الخیال ہیں لیکن وفات کی تاریخ، مہینہ اور مدت عمر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ سنہ وفات پر اختلاف رائے کی سب سے بڑی وجہ صاحب لطائف اشرفی کا یہ بیان ہے کہ "صدونبست سال عمر بکمال سید عبدالرزاق یافتہ بودند، دوازدہ سالہ بودند کہ بشرف ملازمت مشرف شدند، چہل سال برسر سجادہ بارشاد اصحاب طلب واہتدائی ارباب قلب اشتغال داشتند، باقی حیات صرف خدمتِ حضرت قدوۃ

الکبری شدہ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۱) چنانچہ بعض واقعہ نگاروں نے حضرت مخدوم سمنانی قدس سرہ کے سن وفات ۸۰۸ھ میں ۴۰ سال جمع کر کے ۸۴۸ھ کو حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کا سنہ وفات متصور کر لیا جس کی تاریخی صحت غیر یقینی اور ناقابل اعتبار ہے۔

اس سلسلے میں پہلی دلیل یہ ہے کہ مکتوبات اشرفی کو حضرت نورالعین علیہ الرحمہ نے مرتب فرمایا تھا اور لفظ مکتوبات سے سنہ تالیف برآمد ہوتا ہے (ملاحظہ ہو، صحائف اشرفی، ورق ۱۳۱) مکتوبات کے اعداد ۸۶۹ ہوتے ہیں اور اس حساب سے ۸۶۹ھ میں حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے باحیات رہنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ بھی ہے: "و نیز در ملفوظاتی کہ ازیں خاندان است دیدہ ام کہ وفات شریف در سنہ ہشت صد و ہفتاد ہجری (۸۷۰ھ) نوشتہ" (صحائف اشرفی، ورق ۱۳۱)

تیسری دلیل یہ ہے کہ میر غلام بھیک نیرنگ مرحوم، مقدمہ تحائف اشرفی مطبوعہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء کے ص ۲ پر حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کا سنہ وفات ۸۷۲ھ بتاتے ہیں اور وفات کا مادۂ تاریخ "مخدوم آفاق" تحریر کیا ہے۔ اس بیان کی تصدیق و توثیق اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو قبۂ اشرفیہ میں حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے مزار سے متصل شرقی دیوار پر کندہ ہے۔ علاوہ ازیں انوار اشرفی مرتبہ، حضرت حاجی الحرمین مولانا سید شاہ اشرف حسین سجادہ نشین سرکار کلاں سے بھی اس دعویٰ کا اثبات ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: انوار اشرفی، ص ۱۳۱)

چوتھی دلیل کے طور پر یہ واقعہ بھی ذہن میں رکھئے کہ سلطان حسین شرقی (المتوفی ۹۰۱ھ) نے اپنے عہد سلطنت میں حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک جاگیر معافی بطور نذر پیش کرنی چاہی تھی جسے حضرت نے قبول نہ فرمایا (ملاحظہ ہو: صحائف اشرفی، ورق ۱۲۹) سلطان حسین شرقی ۸۶۸ھ میں تخت حکومت پر متمکن ہوا، لہذا ۸۶۸ھ کے قبل حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کا سنہ وفات کس طرح لائق اعتبار ہو سکتا ہے؟

پانچویں اور اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اگر بالفرض محال حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کا سنہ وفات ۸۴۸ھ تسلیم کر لیا جائے تو ان کا سنہ پیدائش ازروئے حساب ۷۲۸ھ قرار پائے گا اور بارہ سال کی عمر یعنی ۷۴۰ھ میں ان کی حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ سے پہلی ملاقات کو بھی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ نے ۷۳۵ھ میں بیعت و خلافت حاصل فرمائی اور ۶ سال مسلسل پنڈوہ شریف میں قیام فرما کر ۷۴۲ھ میں اپنے پیر و مرشد کی اجازت سے ملکی اور عالمی سیاحت کا پہلا پروگرام بنایا اور جب دوسری بار عالمی سیاحت کا قصد فرمایا تو قصبہ گیلان بھی پہونچے۔ ایسی صورت میں یہ تاریخی قباحت لازم آتی ہے کہ سالوں قبل ہی حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کی ملاقات کا واقعہ کیونکر وقوع پذیر ہو سکتا ہے؟

شاہباز و حضرت شیخ اصیل الدین سفید باز اور حضرت شیخ جمیل الدین جرہ باز و دیگر علماء و مشائخ مثلاً حضرت قاضی رفیع الدین اودھی و حضرت شیخ شمس الدین اودھی و حضرت شیخ عارف و حضرت شیخ معروف و حضرت ملک محمود وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی رات کی بیداری میں حاضر تھے، مطلعِ فجر کے وقت سب لوگوں نے سنا کہ ہاتف غیبی نے ندادی کہ ''اشرف ہمارا محبوب ہے''۔

اس مژدۂ جانفزا کو سنتے ہی خانقاہ اشرفی میں عید کا سماں کھنچ گیا اور نیازمندان بارگاہ کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

مبارک اور سلامت کے نعروں کی آواز بازگشت آسمان سے آنے لگی اور شب قدر کی برکات نے سب کو حسب مراتب مالا مال کر دیا۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ روزانہ نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرماتے تھے اور طے زمان و مکان کی

ان سارے شواہد کی بنیادوں پر راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ بعض تذکرہ نگاروں سے صاحب لطائف اشرفی کا مفہوم اخذ کرنے میں لغزش ہوگئی ہے اور تاریخی مطابقت کو نظر انداز کر دینے کا یہی قدرتی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ لطائف اشرفی کی عبارت سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ''اصحاب طلب و ارباب قلب کی خاطر سے حضرت نور العین علیہ الرحمہ چالیس (۴۰) سال تک مسند سجادگی پر مسلسل رونق افروز رہے، لیکن اس عبارت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد صرف چالیس (۴۰) سال تک حضرت نور العین علیہ الرحمہ کی شمع حیات روشن رہی! اسی بناء پر راقم الحروف کی یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ ۸۰۸ھ (سنہ وفات حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ) کے بعد منصب خلافت و سجادگی کی ساری ذمہ داریاں اور تمام تقاضے حضرت نور العین علیہ الرحمہ کو کشاں کشاں لئے پھرتے رہے لیکن انہوں نے اپنی عمر کے آخری چالیس (۴۰) سال سرزمین روح آباد (کچھوچھہ شریف) ہی میں گذارے اور مسندِ رشد و ہدایت کو مستقلاً رونق بخشی اس توجیہ سے تاریخی قباحتیں بھی رفع ہو جاتی ہیں اور لطائف اشرفی کی عبارت کا مفہوم بھی واضح اور غیر تشریح طلب ہو جاتا ہے۔ اب حضرت نور العین علیہ الرحمہ کا سنہ وفات ۸۷۰ھ اور ۸۷۲ھ دونوں معتبر ہو سکتے ہیں لیکن اجماع و قیاس کے اصولوں کے پیش نظر ۸۷۲ھ ہی مستند ترین سنہ وفات حضرت نور العین علیہ الرحمہ ہے۔

کرامت روزانہ ظاہر ہوتی تھی چنانچہ اُس شب قدر کی صبح کو بھی آپ مکہ معظمہ نماز فجر ادا فرمانے تشریف لے گئے وہاں حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی علیہ الرحمہ موجود تھے، حضرت کو دیکھتے ہی فرمایا کہ ''محبوب یزدانی'' آئے۔ آپ کو یہ خداوندی خطاب مبارک ہو، دونوں بزرگوں نے اظہار سرور کے لئے معانقہ کیا اُس وقت تقریباً پانچ سو مشائخ کرام حرم شریف میں موجود تھے، سب نے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو مبارکباد دی اور ہر ایک حضرت کی رفعت مرتبت پر خوش وشاداں تھا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ جہاں تشریف لے جاتے مشائخ کرام آپ کو محبوب یزدانی کہہ کر مخاطب کرتے یہاں تک کہ یہ آوازِ غیبی آسمان وزمین میں گونج اُٹھی اور حضرت کی محبوبیت کا پرچم فرش سے عرش تک لہرانے لگا اور ہر زبانِ مُسلم پر نام نامی کے ساتھ ''محبوب یزدانی'' کا لقب جاری ہوگیا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

غوث العالم (۱)

ابھی حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کو بارگاہِ خداوندی سے ''محبوب یزدانی'' کا

﴿۱﴾...... غوثیت کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہونے کے علاوہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے حضرت ابوالرضا حاجی رتن ابن نصر ہندی رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول ﷺ تھے، کے دیدار وملاقات کا شرف بھی حاصل فرمایا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ ہی کا ارشاد ہے: ''وقتی کہ ایں فقیر بملازمت حضرت ابوالرضا رتن رسیدواز انواع لطائف ایشاں بہرمند شدہ یک نسبت خرقہ ایں فقیر بحضرت رتن میرسدواز آنحضرت رسول اللہ ﷺ''

(لطائف اشرفی ج ۱، ص ۳۷۸)

اس لحاظ سے آپ تابعی ہوئے اور اس امتیازی وصف نے حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی ذات گرامی کو جملہ مشائخ کے درمیان منفرد اور بے مثال بنا دیا۔ حضرت حاجی رتن رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ''الاصابة في تمييز الصحابة'' ص ۲۲۵ تا ۲۳۲ اور اجمالی ذکر کے لئے، اذکار ابرار ص ۲۶، ۲۷۔

خطاب عطا نہیں ہوا تھا کہ حضرت کے ترک سلطنت کی مقبولیت کا تاج بلند رتبہ سر پر رکھ دیا گیا تھا اور ترک تخت سلطانی کے بعد سریر جہانبانی وفریادرسی پر حضرت بٹھا دیئے گئے تھے یعنے وہ نعمت عظمیٰ وموہبت کبریٰ جس کا درجہ نبوت کے بعد مراتب ولایت میں سب سے اعلیٰ اور جس کو اصطلاح میں مرتبہ غوثیت کہتے ہیں اُس پر حضرت فائز ہو گئے تھے۔

اوراس طرح نہ صرف سمنان بلکہ تمام عالم کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہوگئی اور عالم کا عالم حضرت کی بارگاہ بیکس پناہ کا بھکاری اور فریادی بن گیا اور ایک ایک کی فریاد سن کر درگاہ عالم پناہ سے سب کی آرزوؤں کی جھولی رحم وکرم سے بھری جانے لگی، دنیا پکار اُٹھی کہ ؎

یا سید اشرف جہانگیر　　　دست من زار وناتواں گیر

اور تجربہ کے بعد زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ؎

ہر کہ آید بر درت امیدوار　　　بر نگردد تا نہ یابد مدعا

حضرت کا نام نامی رد بلا ومصائب کے لئے آہنی قلعہ بن گیا اور آسیب وسحر وجنون کے لئے خاکِ در وچراغ آستانہ اکسیر اعظم ہوگیا(۱) جس کے تحریری اعتراف کا شرف مجھ سے پہلے حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(۲) نے اخبار الاخیار شریف میں حاصل کرلیا ہے۔ واقعہ یوں گذرا کہ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ آدھی رات گئے حضرت نورالعین علیہ الرحمہ اور حضرت کبیر علیہ الرحمہ کو خیمہ مقدسہ میں طلب فرما کر حقائق ومعارف کی تعلیم دیا کرتے تھے، ایک رات کو شیخ الاسلام کو یہ شرف عطا فرمایا

۱...... ''نام سید درآں دیار در دفع جن بغایت موثر است'' (اخبار الاخیار، ص:۱۶۶)

۲...... المتوفی ۱۰۵۱ھ۔ آپ کے حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو: اذکار ابرار، خزینۃ الاصفیا، رود کوثر، اور حیات شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ دہلوی۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت کی حالت عجیب و غریب ہوگئی، یہ لوگ اس مشاہدہ سے بیحد مرعوب ہوگئے اور خیمہ میں ٹھہر نہ سکے تو باہر نکل کر بیٹھ گئے اور دیکھا کہ حضرت بیخودی کی حالت میں ٹہل رہے ہیں۔ کوئی ایک پہر رات کا حصہ گذرا تو حضرت کی بیخودی جاتی رہی اور فرمایا کہ الحمدللہ مجھ کو مل گیا۔ یہ سن کر حضرت نورالعین علیہ الرحمہ و حضرت کبیر علیہ الرحمہ و شیخ السلام علیہ الرحمہ کو سخت حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ پہلے بیخودی کا رنگ تھا اور اب فرماتے ہیں کہ ”مجھ کو مل گیا“۔

اس کی تو تاب نہ تھی کہ اس بارے میں کچھ دربارِ دُربار میں عرض کر کے حقیقت حال معلوم کر لیتے مگر اس کے سوا چارہ کار بھی نہ تھا۔ واقعہ کے جاننے کا شوق اس درجہ تھا کہ حضرت نورالعین علیہ الرحمہ نے جرأت فرما کر آخر عرض ہی کیا کہ حضور اس درجہ بیچینی آج اس وقت کیوں تھی؟

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آج کی رات ماہ رجب ۷۷۰ھ کو غوث زمانہ نے جن کی زیارت کا شرف ہم کو جبل الفتح پر حاصل ہوا تھا سفرِ آخرت اختیار فرمایا ہے۔ سارے اکابر روزگار کو اس کی تمنا تھی کہ اب اس عہدۂ جلیلہ کے لئے اُن کا انتخاب ہو مگر اس بیمثال عظمت کا تاج کسی کے سر پر ٹھیک نہیں اُترتا تھا۔ حق تعالی کے وجہ کریم کو ہزار ہا حمد کہ اُس نے محض اپنی عنایت بے غایت سے اس فقیر کو غوثیت کے تاجِ زرّین سے سربلند فرمایا۔

اس تفویض عہدۂ عظیمہ کے بعد میں نے نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ جنازۂ غوث کی نماز غوث کے سوا کون پڑھا سکتا ہے اور جنازے کو میں نے اور عبدالرب نے اور عبدالملک نے اور ایک بزرگ اوتاد سے تھے اُنھوں نے اُٹھایا۔ اس عہدۂ غوثیت سے

پہلے میں امام عبدالملک تھا اور غوث کے داہنے جانب میری جگہ تھی، اب میں غوث ہوگیا اور امام عبدالرب ترقی کر کے امام عبدالملک ہوئے اور ایک بزرگ اوتاد سے عبدالرب ہوئے اور اوتاد میں ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے اور اخیار میں ایک ابرار سے اور ابرار میں ایک نجبا سے اور نجبا میں ایک نقبا سے اور نقبا میں ایک عام اہل اسلام سے داخل کیا گیا چنانچہ میری درخواست پر مسلمانوں میں تنگر قلی کو اس مرتبہ یہ شرف حاصل ہوا۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے تمام عالم کی سیر و سیاحت ۳۰ برس تک فرمائی اور تقریباً پانسو اولیاء اللہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ (۱) حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت، حضرت سید محمد گیسودراز (۲) اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار (۳) کا وہ زمانہ تھا۔ اس سیر میں تقریباً پانسو اولیاء اللہ سے ملنا ہوا اور خوارق عادات و کرامات کا اس قدر ظہور ہوا کہ عرب و عجم قدموں پر قربان ہونے لگا اور روئے زمین برکات اشرفیہ سے سیراب ہوگئی جس کی تفصیل کتاب مستطاب لطائف اشرفی میں ہے، لہذا اشائقین اُس کی طرف توجہ کریں۔

۲۸ر محرم ۸۰۸ھ کو درگاہ کچھوچھہ شریف میں بوقت نماز عصر محفل سماع میں مسکراتے ہوئے محبوب حقیقی کے وصال حقیقی کو ان اشعار پر اختیار فرمایا۔

گر بدست تو آمده اجلم　　قدر ضینا بما جرے القلم
خوبتر زیں دگر نباشد کار　　یارخنداں رود بجانب یار

---

۱) …… حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ (المتوفی ۷۹۱ھ)۔

۲) …… المتوفی ۸۲۵ھ۔

۳) …… المتوفی ۸۴۰ھ۔

سیر بیند جمال جاناں را　　جاں سپارد نگار خنداں را

حضرت بھی قوالوں کی ان اشعار میں موافقت فرماتے تھے یہانتک کہ اسی مبارک محفل میں عالم آخرت کا سفر فرمایا۔ بارہ ہزار ہژدا امامان واوتاد وابدال وغیرہ حاضر تھے اور قرب وجوار کے اکابر وعمائد کا بیشمار ہجوم تھا۔ مزار پُر انوار درگاہ کچھوچھہ شریف میں آج بھی زیارتگاہ خلائق ونفع بخش کائنات ہے اور آج تک حاجتمندوں کی آمد ورفت سے روزانہ میلہ لگا رہتا ہے۔ پورا ماہ اگہن اور ماہ محرم کی ۲۶ر سے ۲۹ر تک حاجتمندوں اور مشائخ وعلما کا غیر معمولی مجمع رہتا ہے۔ آستانہ مقدسہ پر روزانہ جن خوارق عادات کا ظہور ہوتا ہے اُس کا بیان طول تحریر کا باعث ہے۔ ان مختصر لفظوں کے ساتھ حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنی کا اجمال ذکر پاک ہدیہ ناظرین کیا گیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ قبول فرمائے اور خدام غوث کے دفتر میں نام لکھ لے۔ مصرع

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

نتائج

۱) ترک دنیا گیر تا سلطان شوی۔

۲) من کان للہ کان اللہ لہ۔

۳) من طلب شیئا وجدّ وجد۔

۴) خدمت شیخ وصول الی اللہ کا پہلا زینہ ہے۔

ختم شد

حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی سو سالہ حیات مقدسہ پر ایک اجمالی نظر

سن پیدائش	۷۰۸ھ
تکمیل علوم وفنون	۷۲۲ھ (۱۴ سال کی عمر میں)
تخت نشینی	۷۲۳ھ (بعد وفات پدر)
ترک سلطنت	۷۳۳ھ (مدت خلافت ۱۰ سال)
بیعت وخلافت	۷۳۵ھ (سمنان سے پنڈوہ شریف کا فاصلہ ۲ سال میں تمام ہوا)
پہلا قیام پنڈوہ شریف	۷۳۵ھ تا ۷۴۱ھ (۶ سال)
روانگی از پنڈوہ شریف	۷۴۲ھ
جون پور میں پہلی آمد	۷۴۲ھ (در عہد سلطنت تغلقیہ)

یہاں سے حضرت غوث العالم نے عتبات عالیہ کی سیاحت کا پروگرام بنایا اور ایک عرصے تک بلاد شرقیہ وممالک اسلامیہ کی سیر فرماتے رہے۔ جزیرۃ العرب کے علاوہ مصر، روم، شام، عراق اور ترکستان کے مختلف علاقوں اور شہروں میں بھی آپ کا گذر ہوا اور اس وقت کے جملہ مشائخ عظام اور اولیائے کبار سے آپ نے فیوض وبرکات حاصل کئے۔

۷۵۰ھ میں حضرت حاجی نظام یمنی علیہ الرحمہ مؤلف لطائف اشرفی حضرت غوث العالم کے سلسلہ ارادت میں داخل ہوئے جو حضرت کے سفر وحضر میں آخر دم تک ساتھ رہے۔

ہندوستان کو واپسی	۷۵۸ھ (ممالک شرقیہ کی پہلی سیاحت کا زمانہ پندرہ (۱۵) سال قیاس کیا گیا ہے)

بلاد شرقیہ کی واپسی کے بعد حضرت غوث العالم نے دوسری بار سفر پنڈوہ شریف اختیار فرمایا اور چار سال تک اپنے پیر و مرشد کے فیوض و برکات حاصل فرما کر حرمین شریفین کی زیارت کا دوبارہ قصد کیا۔ اسی سفر میں آپ اپنی خالہ زاد بہن کی ملاقات کے لئے گیلان پہونچے اور اپنے بھانجے سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، یہ ۶۵-۶۴ےھ کا واقعہ ہے۔

ہندوستان کو دوبارہ واپسی .... ۶۸ےھ (ممالک شرقیہ کی دوسری سیاحت
غالباً ۱۰ سال پر مشتمل ہے)

منصب غوثیت پر فائز ہوئے .... ۰ےےھ (بمقام گلبرگہ شریف)

محبوب یزدانی کا خطاب ملا .... ۸۲ےھ (بمقام روح آباد کچھوچھا شریف)

اسی سنہ میں حضرت غوث العالم نے تیسری بار اپنے پیر و مرشد کا نیاز حاصل کرنے کی غرض سے پنڈہ شریف کا سفر کیا۔ جب آپ قصبہ منیر شریف پہونچے تو حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ نے حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت شیخ کے فیوض روحانی سے مالا مال ہو کر پنڈوہ شریف کی جانب تیز گام ہوئے۔

تعمیر آستانہ عالیہ اشرفیہ .... ۹۳ےھ (مادۂ تاریخ ''عرش اکبر'' ہے)

پنڈوہ شریف میں آخری بار حاضری و قیام ...... ۸۰۱ھ تا ۸۰۳ھ (بعد وفات پیر مرشد اور
بوقت جانشینی پیرزادہ حضرت نور قطب عالم پنڈوی)

جون پور میں دوسری آمد .... ۸۰۵-۸۰۴ھ (در عہد سلطان ابراہیم شرقی)

مستقل قیام روح آباد تا وفات شریف ...... ۸۰۸-۸۰۵ھ۔

﴿ تصانیف جلیلہ حضرت غوث العالم ﴾

۱۔ **رسالہ غوثیہ**:۔ اس رسالے میں منصب غوثیت سے متعلق تمام باتوں کا اندراج ہے۔ حضرت غوث العالم ہی کا ارشاد ہے کہ ”اکثر انچہ مناسب غوث بود و مقامات و مقالات اور در رسالہ غوثیہ ثبت کردیم“۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۰۶)

۲۔ **رسالہ مناقب اصحاب کاملین و مراتب خلفاء راشدین**:۔ اس رسالے کے عنوان ہی سے اصل مضمون مترشح ہوتا ہے۔ حضرت غوث العالم نے تحصیل بیعت و خلافت کے بعد پنڈوہ شریف سے روانہ ہو کر قصبہ محمد آباد گوہنہ (جواب ضلع اعظم گڈھ میں ہے) میں نزول اجلال فرمایا۔ وہاں کے علماء نے حضرت کی اس تصنیف پر اعتراض کیا اور مناقب علی ؓ کے نسبتاً زیادہ ہونے پر رفض کا الزام لگایا۔ بالآخر ایک طویل بحث و تمحیص کے بعد یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا اور علماء نے اپنی غلط فہمیاں تسلیم کر لیں البتہ اس تصنیف کی تاریخی حیثیت کو چار چاند لگ گئے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۸۔۱۹ برکات چشتیہ ۵۶ تا ۶۱)۔

۳۔ **بشارت الاخوان**:،

۴۔ **ارشاد الاخوان**:،

۵۔ **فواید الاشرف**:،

۶۔ **اشرف الفواید**:

ان تمام تصانیف میں تصوف و معرفت کے رموز و اسرار ظاہر کئے گئے ہیں اور

یہ تصنیفات حضرت غوث العالم کی ابتدائی کاوشوں کی آئینہ دار ہیں۔ ایک جگہ حضرت ہی کا ارشادگرامی ہے کہ ''پیش از اطلاع ایں فن ازیں فقیر وقوع یافتہ''

(لطائف اشرفی ج ا ص ۲۱۳)، برکات چشتیہ ص ۵۵۸)

فوایدالاشرف الفواید کو گجرات کے احباب و متوسلین کی ہدایت و راہ نمائی کے لئے مرتب فرمایا تھا۔ حضرت غوث العالم نے جب گجرات سے دہلی جانے کا عزم فرمایا تو ''رسالہ اشرف الفواید و فوایدالاشرف جہت آں احباب نوشتہ اند و بآں اعزہ دادہ آمدند چنانچہ در دیباچہ آں رسالہ بدیں معنی اشارت رفت''۔ (لطائف اشرفی ج ا ص ۴۱۱)۔

۷۔ رسالہ بحث وحدۃ الوجود:۔ حضرت غوث العالم نے اس رسالے کو روم میں تصنیف فرمایا تھا اور اس کتاب میں تصوف کی مصطلحات کا اہتمام و التزام بکثرت تھا۔ اسی بناء پر ہندوستان میں بالخصوص بنگال کے علمائے تصوف اس کتاب سے استفادہ نہ کر سکے کیونکہ وہ مصطلحات تصوف اور ان کی نزاکتوں سے بے خبر تھے۔

(لطائف اشرفی ج ا ص ۲۱۳، برکات چشتیہ ص ۵۵۸)

۸۔ تحقیقات عشق:۔ اس کتاب میں عشق کی توجیہ و تشریح متصوفانہ انداز پر کی گئی ہے جو خیال انگیز بھی ہے اور بصیرت افروز بھی، تحقیقات عشق کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ اشرفیہ کچھوچھا شریف میں موجود ہے۔ کتب خانے کے ناظمِ اعلیٰ عزیزی مولوی سید اظہار اشرف ولی عہد سجادۂ سرکار کلاں نے اسے کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد (جو ایک قدیم کتب خانہ ہے) سے نقل و مطابقت کرا کے منگوایا ہے لیکن جس قلمی نسخہ کا یہ نقش ثانی ہے اس میں بھی تاریخ یا سنہ کتابت مندرج نہیں ہے۔

۹۔ مکتوبات اشرفی:۔ حضرت غوث العالم کے مکتوبات کا ایک گرانقدر مجموعہ جسے

حضرت کے بھانجے اور خلیفہ اعظم حضرت حاجی الحرمین مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمہ نے مرتب فرمایا تھا۔ مکتوبات اشرفی کے متعدد قلمی نسخے مختلف لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔ مکتوبات کا ایک نادر مجموعہ حضرت حاجی شیخ نظام یمنی علیہ الرحمہ مؤلف لطائف اشرفی نے بھی مرتب کیا تھا مگر افسوس کہ امتداد زمانہ سے شاید وہ محفوظ نہ رہ سکا۔

۱۰۔ **اشرف الانساب**:۔ سلاطین اور مشائخ عظام کے سلسلہ ہائے نسب۔

۱۱۔ **مناقب السادات**:۔ سیادت کے فضائل و مناقب پر یہ رسالہ مشتمل ہے۔

۱۲۔ **فتاوائے اشرفی**:۔ مختلف استفتوں کے جوابات کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ۔

۱۳۔ **دیوان اشرف**:۔ حضرت غوث العالم کے کلام بلاغت نظام کا مجموعہ۔

(ماخوذ از محبوب یزدانی)

۱۴۔ رسالہ تصوف و اخلاق (بزبان اُردو):۔ اس رسالے کو سب سے پہلے میر نذر علی دردؔ کاکوروی نے دریافت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت سید اشرف جہانگیر والی مجلد ضخیم کتاب کو میں نے خود دیکھا ہے، ضرورتاً اس پر صفحے ڈالے گئے ہیں۔ اس کتاب کے ص ۱۸ کا ایک ٹکڑا ہے:

> ”اے طالب! آسمان زمین سب خدا میں ہے، جو تحقیق جان اگر تجھ میں کچھ بجھ کا ذرہ ہے تو صفات کے باہر بھیتر تمام ذات ہی ذات ہے“۔

میر نذر علی دردؔ کاکوروی کا یہ تحقیقی مقالہ بعنوان ”شمالی ہند اور اُردو“ سالنامہ یادگار ۱۹۳۳ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ فاضل مقالہ نگار نے رسالہ تصوف و اخلاق کو اردو نثر کا نقش اول قرار دیا ہے۔ یہ مضمون علم و ادب کی دنیا میں اس قدر فکر انگیز رہا کہ

پروفیسر حامد حسن قادری نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب داستان تاریخ نثر اُردو میں میر صاحب کے تاریخی انکشاف کو پورے طور پر سراہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً ۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۳ء میں پروفیسر احتشام حسین نے بھی قومی آواز لکھنو کے سنڈے اڈیشن میں اُردو نثر کے اس نقش اول پر اربابِ فکر و نظر کی توجہ کو مبذول کرایا تھا۔ اس سلسلے میں راقم الحروف کی درخواست پر حضرت سجادہ نشین سرکار کلاں نے بھی میر نذر علی درد کاکوروی کو ایک خط تحریر کیا تھا جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ رسالہ تصوف و اخلاق کے ضروری اور بنیادی اقتباسات کو نقد و تبصرہ کے ساتھ کتابی صورت میں ترتیب دے چکا ہوں اور اب اشاعت کی فکر میں ہوں۔ خدا کرے کہ یہ کتاب جلد از جلد شائع ہو جائے اور علمائے زبان و ادب کے لئے چراغِ راہِ منزل کا کام دے۔

۱۵۔ رسالہ حجۃ الذاکرین:۔ مطبوعہ و منسلکہ لطائف اشرفی ص ۴۲۵۔

۱۶۔ بشارۃ المریدین رسالۃ قبریہ۔ مطبوعہ و منسلکہ لطائف اشرفی ص ۴۲۶۔ یہ ایک مختصر تحریر ہے جسے حضرت غوث العالم نے قبر کے اندر بیٹھ کر مرتب فرمایا تھا۔ اس مختصر اور آخری تحریر میں تمام خلفاء اور مریدین کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ دین حق پر ہیں لہذا وہ دین کے اساسی اور بنیادی اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ حضرت غوث العالم نے اپنے معتقدات کا جس بلند آہنگی کے ساتھ اعلان فرمایا ہے وہ آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے صوفیائے اسلام کے جرأت عمل اور بلندیٔ کردار کی بہترین مثال ہے۔

حضرت غوث العالم علیہ الرحمہ کے جلیل القدر خلفاء کا ایک مختصر تعارف

۱﴾ حضرت حاجی الحرمین مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمہ:۔

(ملاحظہ ہو: ص ۶۲ تا ۶۶ برحاشیہ)

۲﴾ حضرت حاجی شیخ نظام یمنی علیہ الرحمہ:۔ آپ یمن کے باشندے تھے۔ سن ۷۵۰ھ میں حضرت غوث العالم کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور بہت ہی جلد خلافت سے سرفراز کر دئے گئے۔ پھر سفر و حضر میں آخر دم تک حضرت کے ساتھ ہی رہے۔ آپ کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے لیکن لطائف اشرفی کے مطالعے سے آپ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے جہاں علوم وفنون کی رنگارنگی کے ساتھ ادب وانشاء کے جوہر بھی دکھلائے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے اور غریب تخلص رکھتے تھے اور یہ شاعرانہ مذاق لطائف اشرفی کے ہر صفحے سے نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ لطائف اشرفی حضرت غوث العالم کے ملفوظات پر مشتمل ہے مگر ان ملفوظات کو جمع کر کے مدوّن کرنا کچھ غیر اہم کام نہیں۔ اس کے لئے بھی فکر ونظر کی گہرائی و وسعت اور فنی چابکدستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ حضرت حاجی نظام یمنی علیہ الرحمہ نہ صرف یہ کہ عالم و ادیب تھے بلکہ ایک ایسی متوازن اور گراں قدر شخصیت کے حامل تھے جہاں سے اخلاص، صداقت، دیانت داری، حقیقت پسندی، انتخابی نظر، تجزیاتی انداز اور جرأت اظہار کے سوتے پھوٹتے ہیں اور شاید انھیں اوصاف کی بناء پر حضرت غوث العالم نے انھیں وہ قرب خاص عطا کیا جو حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کے سوا اور کسی کو میسّر نہ تھا۔

۳﴾ **حضرت شیخ کبیر العباسی علیہ الرحمہ:۔** حضرت غوث العالم کے احباب واصحاب میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ اور حضرت کے التفات صوری ومعنوی سے اس حد تک مالا مال تھے کہ حضرت نور العین علیہ الرحمہ کو رشک ہوتا تھا۔ (لطائف اشرفی ج۱ ص۳۹۹)۔ حضرت غوث العالم علیہ الرحمہ نے اپنے ایک گرامی نامے میں حضرت شیخ کبیر کو ان لفظوں سے یاد کیا ہے "فرزند اعز اکرام شیخ الاسلام وسلالۃ الاکابر شیخ کبیر طال عمرہ" (لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۰) حضرت شیخ کی عالی مقامی اور فضیلت مآبی کے لئے یہ عبارت بھی کچھ کم اہم نہیں کہ "حضرت کبیر عجوبہ روزگار وزبدۂ (نادرۂ) اولیاء اعصار خود بودہ اند"۔

(لطائف اشرفی ج۱ ص۵۱، برکات چشتیہ ص۱۷۸)۔

ایک جگہ صاحب لطائف اشرفی رقمطراز ہیں کہ حضرت غوث العالم نے اللہ تعالی کی چار نعمتوں پر حد درجہ فخر وشکر کیا ہے۔ ان میں چوتھی نعمتِ خداوندی کا ذکر اس طرح فرماتے تھے کہ "دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کیا اور وہ دو گوہر ایک (حضرت) نور العین دوسرے (حضرت) کبیر ہیں۔ خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے"۔

(برکات چشتیہ ص۴۸۷۔۴۸۸، لطائف اشرفی ج۱ ص۱۷۶)۔

۴﴾ **حضرت شیخ محمد درِ یتیم علیہ الرحمہ:۔** حضرت شیخ کبیر کے فرزند ارجمند تھے۔ صغر سنی ہی کے عالم میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تو حضرت شیخ کبیر کی وصیت کے مطابق حضرت غوث العالم نے حضرت درِ یتیم کی پرورش ونگہداشت کی اور اپنے حجرۂ عنایت میں ان کی تربیت صوری ومعنوی خود فرمائی۔ (لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۰) تمام علوم ظاہری وتربیت سلوک کے بعد انہوں نے متعدد چلّے کھینچے اور مجاہدے کئے۔ آخر میں

لباس خلافت سے ملبوس ہوئے اور دریتیم کا خطاب پایا۔

(لطائف اشرفی ج ا ص ا ۵، ۴۰۱)

حضرت غوث العالم کے تعلق خاطر کی یہ ایک روشن مثال ہے کہ حضرت دریتیم کی شادی کے لئے حضرت نواح سرور پور کے ایک تاجر کے گھر خود تشریف لے گئے۔ وہ شخص فقر ظاہر کی وجہ سے یہ رشتہ ناپسند کرتا تھا مگر حضرت غوث العالم کے اصرار و التفات نے اسے رضامند بنالیا۔ (لطائف اشرفی ج ا ص ا ۵)

۵﴾ **حضرت شیخ شمس الدین بن نظام صدیقی اودھی علیہ الرحمہ** :۔ آپ قدوۂ علماء نامدار اور زبدۂ فصحائے روزگار تھے علوم عربیہ اور درس عالیہ کی تکمیل مولانا رفیع الدین اودھی سے کرائی۔ جب مولانا مذکور سے ارادت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ فرزند! میرے پاس جو کچھ سرمایۂ علمی تھا وہ سب تمہیں دے چکا لیکن علوم صوفیہ اور تکمیل راہ سلوک ایک سید کے ہاتھ میں ہے جو عنقریب ہی یہاں کے لئے سفر و سیاحت فرمائیں گے ان کی ملازمت کو غنیمت سمجھنا کہ کلید کار انھیں کے ہاتھوں میں ہے۔ چند روز گذرنے کے بعد جب حضرت غوث العالم بنگال سے روح آباد (کچھوچھا شریف) پہونچے تو ایک عرصہ تک وہاں حضرت نے قیام فرمایا اور اس اثناء میں حضرت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث العالم جب خطۂ اودھ پہونچے تو شہر کے اکابرین و عمائدین حضرت کے دیدار کے لئے آئے، ان میں حضرت شیخ شمس الدین بھی تھے۔ حضرت مخدوم نے انھیں دور ہی سے دیکھ کر فرمایا کہ ”فرزند شمس الدین! ما از برائے تو آمدہ ام“۔ اس بات کو سن کر حضرت شمس الدین پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور بصدق تمام اپنا سر جھکا دیا۔ حضرت غوث العالم نے انھیں سلسلۂ

ارادت میں شامل کیا اور چند روز کے بعد انھیں ریاضت و مجاہدہ کے لئے خلوت نشین کر دیا۔ اس مجاہدانہ طرزِ زندگی سے حضرت غوث العالم مطمئن ہو گئے اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں ”انواع مقامات منتہیانہ نسبت دی ایثار کردند و فرمودند کہ اشرف شمس و شمس اشرف از ہم جدانہ اند“۔ (لطائف اشرفی ج۱ص۴۰۱،۴۰۲)۔

۶﴾ **حضرت سید عثمان بن خضر علیہ الرحمہ**:۔ آپ نسباً سید اور حضرت خواجہ گیسو دراز علیہ الرحمہ کے گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ صاحب لطائف اشرفی نے آپ کو ”اجل السادات“ کہا ہے۔ حضرت غوث العالم نے آپ کی گوناگوں صلاحیتوں کو دیکھ کر خلافت عطا فرمائی اور اسرار محرمانہ و انوار مخصوصانہ سے نوازا۔ (لطائف اشرفی ج۱ص۴۰۱،۴۰۲)

۷﴾ **حضرت شیخ سلیمان محدث علیہ الرحمہ**:۔ آپ کا شمار حضرت غوث العالم کے خلفاء کبیر میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے عہد کے قدوۃ المحدثین اور عمدۃ المفقہین تھے۔ لطائف اشرفی میں مذکور ہے کہ ”در ہندوستان محبت استاد کم یافتہ شد مگر از شیخ سلیمان محدث در کتاب حصن الحصین در اینجا گذرانیدند و نسبت حضرت بابا رضا رتن ازیں سلسلہ در تصحیح حدیث کردند“۔ (لطائف اشرفی ج۱ص۴۰۲)

۸﴾ **حضرت شیخ معروف علیہ الرحمہ**:۔ آپ حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے اصحاب و احباب میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے۔ علوم غریبہ و معلومات عجیبہ کی فراوانی کے ساتھ حکمت و طریقت کی راہوں سے بھی لذت آشنا تھے۔ حضرت غوث العالم کا بلدۂ جون پور میں نزول اجلال ہوا تو سارا شہر فیض دیدار کے لئے مجتمع ہو گیا۔ حضرت شیخ معروف نے بھی اس خبر کو پاتے ہی حضرت غوث العالم کی خدمت بابرکت میں حاضری دی اور شرف ارادت حاصل کیا۔ ان کی ریاضت شدیدہ اور

عبادت پسندیدہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد حضرت غوث العالم نے انھیں لباس خرقہ اور خلافت نامہ دونوں عطا فرمایا۔ حضرت شیخ معروف کی محبوبیت اور قدر و منزلت کے لئے حضرت غوث العالم کا یہ ارشاد ''اشرف معروف و معروف اشرف'' ایک فیصلہ ناطق کی حیثیت رکھتا ہے۔ (لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۲)۔ حضرت شیخ کا مسکن قصبہ دیلمو تھا جو ڈھلمو کے نام سے آج بھی مشہور ہے اور کچھوچھا شریف سے شمال و مغرب میں ۲۲ میل کے فاصلے پر دریائے سرجو کے کنارے آباد ہے۔

۹﴾ **حضرت شیخ رکن الدین علیہ الرحمہ**......

۱۰﴾ **حضرت شیخ قیام الدین شاہباز علیہ الرحمہ**:۔ حضرت غوث العالم کے اصحاب کبار اور احباب نامدار کی فہرست میں ان دونوں بزرگوں کا نام آتا ہے۔ حضرت غوث العالم کے دوسرے سفر بلاد شرقیہ کی واپسی پر یہ دونوں بزرگ ہندوستان آئے اور اس قدر خدمت میں مصروف ہوئے کہ حضرت غوث العالم کے التفات خسروانہ سے مالا مال ہوگئے۔ صاحب لطائف اشرفی رقمطراز ہیں کہ ''آں مقدار عنایت وحمایت کہ بنسبت وی بود بر اصحاب دیگر کم دیدہ شد''۔ ان دونوں کو حضرت غوث العالم سے ایک نسبتی تعلق بھی تھا اور اس سبب سے بھی ان کو خصوصیت حاصل تھی۔ ان کے قیام و رہائش کے لئے بنی پورہ کا مکان جو دریائے سرجو کے کنارے واقع تھا اور جس میں حضرت مخدوم رونق افروز ہو چکے تھے، مرحمت کر دیا گیا۔ (لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۳)

۱۱﴾ **حضرت شیخ اصیل الدین جرہ باز علیہ الرحمہ**:۔ آپ حضرت غوث العالم کے اصحاب طیر و سیر میں اعلی مقام کے حامل تھے۔ شدید ریاضت وعبادت نے اس مقام پر پہونچایا کہ حضرت نے انھیں شرف خلافت سے مشرف فرمایا اور اپنی عنایت وحمایت سے انھیں اس قدر

گراں قدر کردیا کہ دوسرے اصحاب کو یہ درجہ میسّر نہ تھا۔ (لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۳)۔

۱۲﴾ **حضرت شیخ جمیل الدین سپید باز علیہ الرحمہ**:۔ آپ حضرت غوث العالم کے اصحاب ثلاثہ میں بڑی مقبولیت رکھتے تھے اور سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ ہمیشہ رہے۔ حضرت نے آپ کو خلافت سے مشرف کیا اور التفات صوری و معنوی سے مخصوص فرمادیا۔ آپ سے جس قدر حقائق و معارف صادر ہوئے وہ دوسروں سے نہ ہوسکے۔

(لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۳)

۱۳﴾ **حضرت قاضی حجّت علیہ الرحمہ**:۔ آپ براہین عقلیہ ونقلیہ سے آراستہ اور دلائل ومقدمات سے پیراستہ تھے۔ آپ کی جب توفیق سلوک بیدار ہوئی تو حضرت غوث العالم کی بڑی سرکار میں سرکو جھکادیا۔ آپ کے خلوص عقیدہ اور صفات پسندیدہ کو دیکھ کر حضرت نے آپ کی ذات کو حقائق و معارف کا گنجینہ بنادیا۔ جب آپ نے خلافت کی شرطیں پوری کرلیں تو لباس خرقہ سے بھی مشرف ہوئے اور روح آباد کے قریب ہی ایک موضع میں انکی سکونت قرار پائی۔ (لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۳)۔

۱۴﴾ **حضرت شیخ عارف مکرانی علیہ الرحمہ**:۔ آپ نے علوم شریعت و طریقت سے پیراستہ ہوکر شرف ارادت حاصل کیا بعدہٗ آپ نے سخت ریاضت اختیار کی۔ جب مراتب سلوک طے کرنے لگے تو خرقۂ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت شیخ نے حضرت غوث العالم کے خلفاء میں بڑا نام پیدا کیا۔ اگر ان کے خوارق عادات اور ظہور معاملات کو یکجا جمع کیا جائے تو ایک دوسرا دفتر تیار ہوجائے۔

(لطائف اشرفی ج۱ ص۴۰۳، ۴۰۴)

۱۵﴾ **حضرت شیخ ابوالمکارم ہروی علیہ الرحمہ**:۔ آپ امیر زادے تھے اور آپ کے والد

کا شمار امیر تیمور لنگ صاحبقران کے امراء نامدار میں ہوتا تھا۔ جب حضرت غوث العالم، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے تو امیر علی بیگ کے مکان پر قیام فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت شیخ ابوالمکارم نے حضرت غوث العالم کی زیارت کی اور بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ بارہ (۱۲) سال سے زائد مشقتیں راہِ سلوک میں برداشت کیں۔ حضرت شیخ علومِ ظاہری سے بہرہ مند تھے اور ریاضت ومجاہدے نے ان کی شخصیت کو اور چمکا دیا تھا۔ اس استعداد کاملہ اور قابلیت تامہ کے بعد حضرت غوث العالم نے انھیں خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا مرکزِ نظر بنالیا تھا۔ صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ ''انواع مکارم اخلاق ومراحم اِشفاق از وی ظہور یافتہ معتقدان بابوالمکارم ملقب ساختند''۔ حضرت شیخ کو تبلیغ واشاعت دین کے لئے سمرقند کا مقام سپرد کیا گیا۔ ان کے مریدین ومعتقدین بے شمار تھے اور سلسلہ اشرفیہ کی توسیع میں ان کا نمایاں حصہ تھا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۴)

۱۶﴾ **حضرت شیخ صفی الدین ردولوی علیہ الرحمہ:۔** آپ علوم ظاہری کی دولت سے بھر پور اور ادب وفقہ میں مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔ صاحب لطائف اشرفی کے لفظوں میں ''صفی کہ بصفائے علوم ظاہری واصطفای معانی باہری آراستہ در علوم ادبیہ واصول فقہیہ دستی تمام داشتہ اند''۔ حضرت غوث العالم بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''در بلاد ہند کسی را کہ بفنون درخشندہ غرایب وشیون عجائب پیراستہ دیدم وی بودہ''۔ حضرت شیخ صفی الدین ردولوی کی ارادت وبیعت کے سلسلے میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات حضرت شیخ کی خدمت میں ایک پرشکوہ اور باوقار شخص نمودار ہوا۔ حضرت شیخ نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کی تعظیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ شخص مذکور نے

اصول فقہ کی ایک کتاب پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم ہے آپ نے بے شمار اوراق سیاہ کر دیئے لیکن اب وہ وقت آ گیا ہے کہ سیاہ اوراق کو سفید اور پُر انوار کیجئے۔ اس گفتگو کا حضرت شیخ پر بے حد اثر پڑا اور ان پر ایک محویت طاری ہو گئی۔ حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ میں اپنے دست ارادت کو کس کے دامنِ عنایت سے وابستہ کروں جو مجھے راہ سلوک پر لے چلے؟ شخص مذکور نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو اسرار قرب کا محرم بنانا چاہتا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ وہ اس کی رہنمائی کریں۔ میں تمھیں بشارت دیتا ہوں ایک ایسے مرد کامل کی جس کے انوار ولایت اور آثار ہدایت سے سارا جہاں مسخر ہے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت غوث العالم کا گذر قصبہ رُدولی میں ہوا اور حضرت نے وہاں کی جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ اس خبر کو پاتے ہی حضرت شیخ صفی الدین ردولوی علیہ الرحمہ، حضرت غوث العالم کی خدمت بابرکت میں پہونچے اور کمال ادب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت نے ان پر ایک نظر التفات کی اور اس بات کو دوہرایا جس کی بشارت حضرت شیخ کو مل چکی تھی۔ اس کلام کو سنتے ہی حضرت شیخ نے حضرت غوث العالم کی بیعت و ارادت حاصل کی۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مصری کی ایک ڈلی ان کو کھلائی اور ان کی اولاد و احفاد کے لئے دعائیں فرمائیں۔ حضرت شیخ کی خاطر سے حضرت غوث العالم نے چالیس (۴۰) دن قصبہ رُدولی میں قیام فرمایا اور اسی اثناء میں حضرت شیخ کو لباس خرقہ اور اجازت و خلافت سے نوازا۔ حضرت شیخ نے اپنے فرزند شیخ اسمٰعیل کو جن کی پیدائش کو چالیس (۴۰) روز ہوئے تھے، حضرت غوث العالم کے قدموں پر لاکر ڈال دیا۔ حضرت نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ ''او ہم مرید ماست''۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۴، ۴۰۵)۔

انھیں شیخ اسمٰعیل کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ تھے جو آسمانِ ولایت پر آفتاب بن کر چمکے۔

۱۷﴾ **حضرت شیخ سماء الدین رُدولوی علیہ الرحمہ**:۔ علومِ صوری ومعنوی سے مجلّٰی اور طریقہ، سنن مصطفوی سے پاک وصاف تھے۔ جب حضرت غوث العالم قصبہء ردولی پہونچے تو حضرت شیخ سماء الدین علیہ الرحمہ ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت شیخ نے مقام روح آباد (کچھوچھا شریف) میں مسلسل چار سال تک اس قدر ریاضتیں ومشقتیں کیں کہ اسرار سلوک ومعرفت کے محرم بن گئے۔ روح آباد ہی میں انھوں نے لباس خرقہ اور اجازت وخلافت حاصل کی اور مقام ردولی ان کے لئے متعین کیا گیا۔ حضرت شیخ کو قصبہء ردولی کے ایک فقیر نے پریشان کر رکھا تھا چنانچہ انھوں نے اپنی صورت حال سے حضرت غوث العالم کو مطلع کیا تو وہاں سے جواب عطا ہوا کہ میں نے حق تعالیٰ سے یہ چاہا ہے کہ جو میرے متعلقین کو پریشان کرے گا وہ افتاد درافتاد میں مبتلا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند ہی روز کے بعد فقیر کا بول بالا ختم ہوگیا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ص ۴۰۵، ۴۰۶)

۱۸﴾ **حضرت شیخ خیرالدین سدھوری علیہ الرحمہ**:۔ آپ گوناگوں فضائل وشمائل سے آراستہ تھے، بلند علمی مرتبہ رکھتے تھے اور جامع فروع واصول تھے۔ حضرت شیخ کی عقیدت وبیعت کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ علم اصول وفقہ کے چند مسائل اس قدر مشکل تھے کہ ان کا کوئی حل نہیں نکلتا تھا۔ ہر چند کہ علماء روزگار اور بلغاء نامدار تخصیص مولانا علام الدین جائسی علیہ الرحمہ نے ان عقدہ ہائے لاینحل کی جانب رجوع کیا لیکن ان کی ساری کاوش ومحنت کوہ کندن وکاہ برآوردن کے مصداق قرار پائی۔ انھیں دنوں میں حضرت غوث العالم نے خطہ اودھ کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشی اور حضرت شیخ شمس الدین

اودھی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر حضرت شیخ خیر الدین سدھوری علیہ الرحمہ نے اپنے مشکل مسائل علیہ حضرت غوث العالم کے سامنے پیش کیے۔ حضرت نے ماتھے پر شکن ڈالے بغیر ایسے موثر جوابات دیئے کہ حضرت شیخ کی تسکین خاطر ہوگئی۔ دوسرے دن وہ حضرت کے سلسلہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ چار سال کی محنت شاقہ اور ریاضت شدیدہ کے بعد حضرت نے انھیں لباس خرقہ اور شرف اجازت وخلافت مرحمت فرمایا اور پھر وہ اس بلند مقام پر پہونچے کہ ایک دفعہ بعض لوگوں نے وضو کے پانی کے کثرت استعمال کے باعث ان پر جب اسراف کا الزام لگایا تو حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ ''حالتی کہ فرزند خیر الدین وارد دریں حالت اگر آب دریای کونین وگوہر بحور دارین بروزیزند، اسراف نبود''۔ (لطائف اشرفی ج۱ص ۴۰۶)۔

۱۹﴾ **حضرت قاضی محمد سدھوری علیہ الرحمہ** :۔ حضرت غوث العالم جب قصبہ سدھور پہونچے تو حضرت شیخ خیر الدین سدھوری علیہ الرحمہ کے ہمراہ تمام اکابرین قصبہ نے حضرت کا استقبال کیا اور سب لوگوں نے حضرت کے دست حق پرست پر بیعت حاصل کی، ان میں حضرت قاضی محمد سدھوری علیہ الرحمہ بھی تھے۔ حضرت غوث العالم نے ایک مختصر قیام کے بعد سارے ارادتمندوں کو حضرت شیخ خیر الدین سدھوری علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی چھوڑ کر قصبہ جائس کی جانب قصد سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضرت نے قاضی محمد سدھوری علیہ الرحمہ کو اپنے ہمراہ رکھا اور انھیں ریاضت ومجاہدہ کی ترغیب دی۔ حضرت قاضی پہلے ہی سے علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے لیکن منزل عرفانیات سے بے خبر تھے۔ جب وہ راہ سلوک کے نشیب وفراز سے لذت آشنا ہوگئے تو حضرت غوث العالم نے انھیں لباس خلافت اور اجازت سلسلہ عطا فرمائی۔ حضرت قاضی نے اپنے صاحبزادے قاضی ابومحمد

سدہوری علیہ الرحمہ کو بھی حضرت غوث العالم کی بیعت وخلافت سے وابستہ کرادیا۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

۲۰﴾ حضرت مولانا ابوالمظفر محمد لکھنوی علیہ الرحمہ: ۔آپ اپنے وقت کے عالم شہیر اور پیشوائے بلغاء دیار تھے۔ علاوہ ازیں آپ حضرت غوث العالم کے مخصوص خلیفہ بھی تھے۔ اسی نسبت سے حضرت ان پر زیادہ التفات وعنایت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کی تسکین خاطر کے لئے حضرت غوث العالم نے جامع مسجد لکھنو میں چند روز قیام فرمایا۔ حضرت مولانا کو شعر وسخن سے بے حد دلچسپی تھی، انھوں نے ایک مدحیہ قصیدہ حضرت غوث العالم کی خدمت میں پیش کیا جو ان کے ''فصاحت شعار وبلاغت آثار'' ہونے کا نمایاں ثبوت تھا۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۷)

۲۱﴾ حضرت مولانا علام الدین جائسی علیہ الرحمہ: ۔آپ کو صاحب لطائف اشرفی نے ''علامہ روزگار وفقیہ دیار'' کے لفظوں سے یاد کیا ہے۔ حضرت غوث العالم اپنے اصحاب کے قافلے کے ساتھ قصبہ جائس پہونچے تو ان دنوں حضرت مولانا جائسی علیہ الرحمہ ''ہفت مسئلہ از علوم مشکل شدہ بود'' کی بھول بھلیوں میں پیچ وتاب کھا رہے تھے اور سالہا سال کے غور وفکر کے باوجود ان مسائل کا کوئی تشفی بخش جواب مرتب نہ ہوسکا تھا۔ چنانچہ حضرت غوث العالم نے اپنے معمول کے مطابق اصحاب کے ساتھ رات کی تنہائی میں جب ذکر جہری فرمایا تو ''غوغائی ذکر طالبان وشغب وشور ذاکران بگوش ہمہ کس رسیدہ''۔ مولانا جائسی اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ انھوں نے ذکر جہری سے خلل محسوس کیا اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ یہ مردم غوغائی کہاں سے آئے ہیں؟ دوسرے دن حضرت غوث العالم اپنے اصحاب کے ساتھ مقبرہ شیخ بدالدین علیہ الرحمہ میں موجود تھے کہ

اتفاقا مولانا جائسی کا بھی گذر ہو گیا۔ انھوں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت غوث العالم نے برجستہ فرمایا کہ ہم مردم غوغائی ہیں۔ اس جواب کو سُن کر مولانا جائسی بے حد پشیمان ہوئے اور ہزار معذرت چاہی۔ مولانا کے کمال عجز و نیاز پر حضرت غوث العالم نے تبسم فرمایا اور ان کی خواہش کے مطابق انھیں سلسلۂ ارادت میں داخل کر لیا۔ علاوہ ازیں ان مسائل علمیہ کو جن سے مولانا پریشان ہو چکے تھے اس انداز سے حل فرمادیا کہ ایک ایک بات مولانا کے دل میں نقش ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد مولانا جائسی کا عقیدہ سَو گنا بڑھ چکا تھا چنانچہ انھوں نے اپنے فرزندوں کو بھی حضرت غوث العالم کے دستِ حق پر بیعت کرایا اور قصبہ کے سارے اکابر و اصاغر کے لئے سلسلۂ اشرفیہ میں شامل ہونے کا اہتمام کیا۔ حضرت نے مولانا جائسی کو خلافت سے بھی مشرف فرمایا تھا۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۷، ۴۰۸، صحائف اشرفی ورق ۱۱۵)

۲۲﴾ **حضرت شیخ کمال جائسی علیہ الرحمہ**:۔ آپ جامع ریاضات شدیدہ اور صاحب معاملات چیدہ تھے۔ آپ نے چند سال کلفت سفر اور محنت حضر اختیار کرنے کے بعد لباس خرقہ اور ارادت و اجازت کا استحقاق حاصل کیا۔ حضرت غوث العالم کو حضرت شیخ کمال سے بڑی انسیت تھی چنانچہ جائس سے روح آباد (کچھوچھا شریف) کی طرف مراجعت فرمانے کے وقت نیاز مندان سلسلۂ اشرفیہ کی تربیت و رہنمائی کی ذمہ داری اور منصب نیابت حضرت شیخ کمال ہی کو تفویض کیا گیا۔ ایک عرصے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ قصبہ کے چند لوگوں نے حضرت شیخ کمال کو دعوت دی لیکن وقت مقررہ پر وہ کسی وجہ سے کھانے کا بندوبست نہ کر سکے۔ شیخ کمال نے اسے اپنی بے عزتی پر محمول کیا اور غضب و غصہ کے

عالم میں یہ بد دعا دی کہ وہ لوگ جل جائیں جنھوں نے وعدہ وفا نہیں کیا۔ شیخ کی زبان سے اس بات کے نکلتے ہی سارے قصبے میں آگ لگ گئی اور سب کچھ جل کر خاکستر ہوگیا جس میں چار ہزار آدمیوں کا راکھ ہونا بھی بتایا جاتا ہے۔ شیخ کمال کا لال مدھم ہوا تو اس حادثہ جانکاہ پر بے حد خجالت محسوس کی اور عفو ودرگذر کے لئے حضرت غوث العالم کی بارگاہ میں روح آباد (کچھوچھا شریف) پہونچے۔ حضرت نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ میرے فرزندوں کو جلا ڈالا اور انھیں برباد کردیا۔ حضرت ان سے کچھ اس طرح برگشتہ خاطر ہوئے کہ پابوسی کی اجازت بھی انھیں نہیں دی۔ شیخ کمال ایک مدت تک خانقاہ کے پیچھے وحدت آباد میں حضرت کی نگاہوں سے دور پڑے رہے۔ بعد میں حضرت نورالعین علیہ الرحمہ کی سفارش اور منت وسماجت پر شیخ کمال کی معافی کی درخواست منظور ہوئی لیکن حضرت نے فرمایا کہ ”چوں بطریق درویشاں عذر سخن پریشاں خواستی ایمانت بہ سلامت رود لما ابتر گردان واولاد احفاد تو سرگرداں شوند“۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۸)

۲۳﴾ حضرت سید عبدالوہاب علیہ الرحمہ:۔ حضرت غوث العالم کے مخلص خلیفہ اور مخصوص ساتھی تھے۔ انھوں نے اپنی خدمت گذاری کا ایک علحدہ اور انوکھا معیار قائم رکھا جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ ایک دفعہ حضرت غوث العالم نے ان کو شیخ عبدالکریم دہلوی کے پاس دہلی روانہ کیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو پاپیادہ سفر کی وجہ سے ان کے پیروں پر ورم آگیا تھا اور آبلے پڑ گئے تھے۔ حضرت غوث العالم ان کی صورت حال دیکھ کر بہت مغموم وافسردہ ہوئے اور اپنی نعلین مبارک انھیں عطا فرمائی۔ سید صاحب نے حضرت کی نعلین کو اپنے سر کا تاج بنایا اور چالیس روز تک اسی طرح کمال عجز واحترام کا

مظاہرہ کرتے رہے۔ سید صاحب کو اس طرزِ عمل کا یہ صلہ ملا کہ ”حق تعالیٰ از آں مدت کہ کفش بکفش افتاد بخانہء او رفاہیت و آسودگی بسیار پیدا کرد“۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

۲۴﴾ **حضرت شیخ راجا علیہ الرحمہ**:۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے اور حضرت غوث العالم کے خلیفہ خاص اور مرید صادق تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کی حد درجہ خدمت و ملازمت کی لیکن سادگی کے حُسن کا بڑا لحاظ رکھا۔ ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ کسی بے نمازی کے ساتھ خورد و نوش نہیں کرتے تھے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۹)۔

۲۵﴾ **حضرت جمشید بیگ علیہ الرحمہ**:۔ خاندان ازبک کے ایک نامور امیر تھے۔ حضرت غوث العالم نے جب یاغستان کو رونق بخشی تو سعادت و ارادت حاصل کرنے کے لئے ترکانِ سادہ کا جم غفیر ہوگیا اور لوگوں کی کثرت آمد و رفت اس حد تک بڑھی کہ امیر تیمور صاحبقران جو اس وقت سمرقند میں موجود تھا، کو بھی حضرت غوث العالم کے رونق افروز ہونے کی اطلاع موصول ہوگئی۔ امیر تیمور نے کہلا بھیجا کہ ”من آں سید زادہ را دیدہ ام“ اور اسی کے ساتھ خورشید بیگ کو حکم صادر کیا کہ ”بملازمت آں سید زادہ بابعضی از نذورات برود آمد“۔ چنانچہ خورشید بیگ نے معزز لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ امیر تیمور صاحبقران کے حکم کی تعمیل کی لیکن حضرت غوث العالم نے وہ سارے اسباب و اموال و مراکب فقرا پر نثار کر دیئے۔ اسی جماعت کے ایک ممتاز فرد جمشید بیگ بھی تھے جو حضرت غوث العالم ہی کی خدمت میں رہ گئے۔ انھیں توفیق سلوک نصیب ہوئی اور آخر میں خلافت و اجازت سے بھی سرفراز کئے گئے۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰۹)۔

۲۶﴾ **حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ**:۔ آپ کا تفصیلی ذکر ص ۵۰، ۵۱ کے حاشیے پر آچکا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ حضرت ملک العلماء کو حضرت غوث العالم سے اجازت اور خلافت دونوں حاصل تھی۔ اس ضمن میں صاحب لطائف اشرفی کا واضح بیان ہے کہ ''ریاضاتِ شدیدہ ومشاہدات جدیدہ کشید کہ شرف خلافت واجازت یافتہ''۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)۔

۲۷﴾ **حضرت شیخ حاجی فخر الدین علیہ الرحمہ**:۔ علوم ظاہری سے آراستہ اور علم تصوف میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ نے حضرت غوث العالم ہی کی ہمرکابی میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ وہاں کی واپسی پر انہوں نے موضع اوسرہٹہ کو اپنا مسکن بنایا اور اس علاقے کے سارے معتقدان ان کے حوالے کردیئے گئے۔ ان کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ داؤد علیہ الرحمہ نے بھی حضرت غوث العالم سے شرف خلافت حاصل کیا لیکن تربیت باطنی کے لئے انھیں بھی حضرت شیخ حاجی فخر الدین علیہ الرحمہ کے سپرد کردیا گیا۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)

۲۸﴾ **حضرت قاضی رکن الدین علیہ الرحمہ**:۔ حضرت غوث العالم نے حضرت قاضی کو شرف خلافت واجازت مرحمت فرماکر موضع دونیری نزد مقام حاجی پور روانہ کردیا۔ وہاں انہوں نے ایک خانقاہ کی تعمیر کی اور اطراف کے سارے چھوٹے بڑے ان سے ارادت وہدایت حاصل کرنے لگے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)۔

۲۹﴾ **حضرت شیخ تاج الدین علیہ الرحمہ**:،

۳۰﴾ **حضرت شیخ نور الدین علیہ الرحمہ**:۔ حضرت غوث العالم بنگال سے روانہ ہوکر دونیری تشریف لائے تو اس موقع پر ان دونوں حضرات نے شرف ارادت حاصل کیا اور

پھر حضرت کی ہمرکابی میں روح آباد (کچھوچھا شریف) بھی آئے۔ یہاں ان دونوں نے کثرت کے ساتھ ریاضتیں کیں حتی کہ واردات عالیہ اور مقامات بلند سے متعارف ہوئے۔ جب سعادت خلافت کے لائق ہوئے تو مقام کو دیوان کے لئے مقرر کیا گیا کہ **خدمتِ خلق** اور دینِ حق کو خوب فروغ دیں۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰)۔

۳۱﴾ حضرت شیخ الاسلام احمد آبادی علیہ الرحمہ (گجرات) :۔ علوم وفنون کے جامع تھے لیکن انھیں علم ہیئت، علم نجوم اور حکمت میں خصوصیت حاصل تھی۔ حضرت غوث العالم نے گجرات کا قصد سفر فرمایا تو وہاں حضرت شیخ الاسلام نے پہلی ہی ملاقات میں چند علمی مسائل بطور امتحان حضرت سے دریافت کئے۔ حضرت غوث العالم نے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب مرحمت فرمایا لیکن شیخ الاسلام نے افہام وتفہیم کے بجائے “طریق جدال وسبیل مقال” کو حد سے زیادہ طویل کر کے لوگوں میں انتشار پھیلا دیا۔ رات کے وقت خواب میں ان کی سرزنش ہوئی کہ سید سے مکابرہ مت کرو، آج سے اگر یہ روش اختیار کی تو خسارہ رہے گا۔ آج تو تمہارے اکابرین کی روحانیت درمیان میں آگئی تھی جس نے معاملے کو رفع کر دیا۔ دوسرے دن شیخ الاسلام، حضرت غوث العالم کی خدمت میں بے تابانہ پہونچے اور اپنی غلطیوں کی معذرت چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ “از ما کا روفا واز شما جفا واکنوں نہ وفا نہ جفا بلکہ محل صفا است”۔

اس واقعہ کے بعد سے شیخ الاسلام ہمہ وقت حضرت غوث العالم کی خدمت بابرکت میں حاضر رہا کرتے تھے اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے۔ انھوں نے دو (۲) سال مسلسل ریاضت وخدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جب استعداد تامہ پیدا ہوگئی تو خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ ہر چند کہ اس دیار میں حضرت غوث العالم کے

خلفا اور اصحاب بیشمار تھے لیکن مریدان ولایت کی تربیت ونگہداشت کے لئے حضرت شیخ الاسلام ہی کو مامور کیا گیا۔ (لطائف اشرفی ج ا ص ۴۱۰، ۴۱۱)۔

۳۲﴾ **حضرت شیخ مبارک گجراتی علیہ الرحمہ** :۔ اکابرین گجرات اور عمائدین دیار میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ مند تھے۔ ان کے فضائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جانی، جسمانی اور مالی خدمات میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ وہ حضرت غوث العالم کی ہمرکابی میں روح آباد (کچھوچھا شریف) پہونچے اور یہاں بے پناہ مجاہدے کئے اور چلے کھینچے حتیٰ کہ ان کو شرف خلافت واجازت سے نوازا گیا۔ اس کے بعد انھیں گجرات روانہ ہونے کا حکم ملا اور انھیں کے بدست حضرت شیخ الاسلام کے لئے علم وطوغ بھی بھیجا گیا۔ حضرت شیخ مبارک علیہ الرحمہ ہی کی سفارش سے حضرت شیخ الاسلام کو حضرت غوث العالم نے ایک مکتوب گرامی بھی تحریر فرمایا تھا اسی مکتوب کے بارے میں صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں: آں مقدار حقائق ومعارف کہ بنسبت شیخ الاسلام در مکتوبات مکرر نوشتند بسبت دیگر اصحاب نبودہ''۔

(لطائف اشرفی ج ا ص ۴۱۱)

۳۳﴾ **حضرت شیخ حسین علیہ الرحمہ** :۔ دودمانِ خلجی اور خاندان محمدی کے چشم وچراغ تھے۔ دنیاوی مال ومتاع اور جاہ وحشمت کے اعتبار سے اونچا مقام رکھتے تھے۔ لیکن جب توفیق ازلی نے رفاقت کی اور دنیا کے عارضی آب ورنگ سے دل کی وابستگی ختم ہوتی گئی تو منزل سلوک کی تلاش ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت غوث العالم کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کی۔ حضرت شیخ نے شدید ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنی تہذیب کی اور خود ہی اپنے کو منصب خلافت اور خرقۂ نیابت کا حقدار بنایا۔ ان منزلوں سے گذر کر انھوں نے

موضع دونپری میں سکونت اختیار کی اور سرحد چنپارن (بہار) تک ان کی محبوبیت اور مقبولیت کا غل مچنے لگا۔ بادشاہ بنگالہ حضرت شیخ حسین علیہ الرحمہ کا غیر معمولی عقیدتمند تھا اس نے احباب کی معیشت ورفاہیت کے لئے ایک مخصوص رقم بطور نذر پیش کی تھی۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۱)

۳۴﴾ حضرت شیخ سیف الدین مسند عالی سیف خاں علیہ الرحمہ:۔ اودھ کے ایک رئیس اور بہت بڑے منصب دار تھے لیکن اسی کے ساتھ وہ بہت کشادہ دست بھی تھے اور تمام صوفیائے کرام سے بحد کمال خوش اعتقادی بھی رکھتے تھے۔ حضرت غوث العالم سے انھیں خصوصی وابستگی پیدا ہوگئی تھی مگر ان کو سلسلۂ ارادت میں داخل کرنے سے حضرت دامن بچاتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد جب سیف خاں نے دولت معنوی حاصل کرلیا اور اپنے مجاہدوں سے جذبات عالیہ کو بیدار کر چکے تو حضرت غوث العالم نے انھیں جامہ تبرک عنایت فرمایا اور بعد میں خلافت سے بھی سرفراز کیا۔

(لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۱، ۴۱۲)

ایک مرتبہ مسند عالی سیف خاں نے ایک لاکھ کی جاگیر حضرت غوث العالم کی خدمت میں نذر پیش کی۔ اس طرز عمل پر حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ”کسی را کہ قریہ روزگار و پرگنہ دوّا سپردہ باشد او بایں جزوی قریات مقید نشود“۔

(لطائف اشرفی ج ۲ ص ۳۸۲)

۳۵﴾ حضرت شیخ محمود کنتوری علیہ الرحمہ:۔ آپ پر حضرت غوث العالم کا التفات ہمیشہ رہتا تھا اور سفر و حضر میں حضرت کی خدمت و ملازمت میں برابر رہا کرتے تھے۔ جب حضرت شیخ کی تعلیم باطنی مکمل ہوگئی تو حضرت غوث العالم نے انھیں خلافت

واجازت مرحمت فرما کر کنتور (ضلع بارہ بنکی) روانہ کر دیا تا کہ سلسلہ ارادت کی توسیع ہو اور اللہ کی مخلوق زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کر سکے۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۲)۔

۳۶﴾ **حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز علیہ الرحمہ**:۔ حضرت غوث العالم نے ایک دعوت کے سلسلے میں قصبہ کنتور کو رونق بخشی تو جس خانقاہ میں حضرت قیام پذیر تھے وہاں حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز علیہ الرحمہ نے شرف دیدار حاصل کیا۔ چند روز کے بعد حضرت شیخ نے التماس خرقہ کیا۔ ان کے اخلاص بے پایاں کو محسوس کرتے ہوئے حضرت غوث العالم نے لطف وکرم کی توجہ انکی جانب مبذول فرمائی۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۲)۔

۳۷﴾ **حضرت شیخ عبداللہ بنارسی علیہ الرحمہ**:۔ حضرت غوث العالم بلدۂ جونپور سے بنارس تشریف لے گئے اور وہاں ایک عرصے تک قیام فرمایا۔ انھیں ایام میں حضرت شیخ عبداللہ بنارسی علیہ الرحمہ نے حضرت سے بیعت وخلافت حاصل کی اور جلد ہی حضرت کے خلفاء کبریٰ میں ان کا شمار ہونے لگا۔ حضرت شیخ کا علمی وقار بھی کچھ کم نہ تھا۔ صاحب لطائف اشرفی رقمطراز ہیں: ''دی قدوۂ علماء الصدیقی وزبدۂ فصحائے روزگار بود''۔ (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۲)

۳۸﴾ **حضرت ابوالوفا خوارزمی علیہ الرحمہ**: ملاحظہ ہو حاشیہ (۵۲)

* * *

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سید پکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

આપ હઝરાત કા ચહીતા INDIA કા
NO.1 FREE ઈસ્લામિક SMS GROUP

ASHRAFITODAY

- ફઝાઈલે રસુલ (સલ્લલ્લાહો અલયહે વસલ્લમ)
- ફઝાઈલે હઝરતે મૌલા અલી (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- ફઝાઈલે હઝરતે ફાતેમતુઝઝોહરા (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હા)
- ફઝાઈલે હઝરત ઈમામે હસન (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- ફઝાઈલે હઝરત ઈમામે હુસૈન (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)

કુર્આન-હદીષ, બુઝુર્ગાને-દીન કી
નસીહતેં વ બેશુમાર દીની માલુમાત

અબ આપ કે મોબાઈલ પર પાઈએ

દોસ્તો ! આપ બસ ઈતના કીજીયે

અપને મોબાઈલમેં JOIN ASHRAFITODAY ટાઈપ
કરે ઔર 92195 92195 પર SMS SEND કરે.

ખુદ ભી મેમ્બર બને ઔર દુસરો કો ભી બનાએ